ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
37
www.tanzeem.org
14تا20 محرم الحرام 1440ھ/25 ستمبر تا یکم اکتوبر 2018ء

اس شمارے میں

محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں

سانحہ کربلا یہودی سازش کا مظہر تھا

شہادت کی حقیقت

مطالعۂ کلام اقبال (87)

قادیانی نامنظور کیوں

اپنی ہی غفلت کی بدولت

آزادیٔ ہند اور تحریک ریشمی رومال

صدائے عمل

ایک ہی علت سے دو مختلف نتیجے پیدا نہیں ہو سکتے۔ اصل یہ ہے کہ دنیا کا سر انقلاب و تغیر ہمیشہ صدائے عمل کے آگے جھکا ہے، نہ کہ صدائے قول کے سامنے۔ حقیقی شے ہر تعلیم کے لیے ''نمونہ'' ہے، اور جب تک مصلح اپنے اندر اپنی اصلاح کا نمونہ نہیں رکھے گا، اس کی تعلیم دلوں کی قبولیت اور روحوں کی اطاعت سے محروم رہے گی۔

آگ جب جلتی ہے تو سب سے پہلے جلانے والے کو گرم کرتی ہے۔ اگر تمہارے پاس آگ موجود ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو سوز و تپش میں دہکاؤ، پھر دوسروں کو گرمی و حرارت کی دعوت دینا۔ اگر خود تمہارے اندر آگ موجود ہے تو اس مجمر سوزاں کو جہاں کہیں بھی رکھو گے، خود بخود ہر طرف گرمی پھیل جائے گی۔ کیوں کہ گرمی آگ کے شعلوں سے نکلتی ہے، برف کی سل سے پیدا نہیں ہو سکتی!

اسلام نے ایک جماعت صحابہ کرامؓ کی پیدا کر دی تھی، جو اس تعلیم کا ایک صحیح ترین عملی نمونہ اپنے اندر رکھتی تھی، اور ان میں کا ہر فرد اس اسوۂ حسنہ کی قوت سے ایک ایک اقلیم کی تسخیر اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھتا تھا۔ ان کے اعمال کے اندر تعلیمات الٰہیہ کی مقدس انگیٹھی شعلہ فروز تھی، اس لیے وہ جہاں جاتے تھے، ایک آتش کدۂ اثر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

قرآنی تعلیمات میں تمام مسائل حل

الھدیٰ (820)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات:10، 11

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَكَمْ قَصَمْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝

آیت ۱۰ ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ’’(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے‘ اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟‘‘

یہاں ’’ذِکْرُکُمْ‘‘ کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں‘ ایک تو یہ کہ اس میں تمہارے حصے کی نصیحت اور تعلیم ہے (یعنی ذکرٌ لکم) اور دوسرا یہ کہ ’’اس میں تمہارا اپنا ذکر بھی موجود ہے‘‘۔ اس دوسرے مفہوم کی وضاحت ایک حدیث سے ملتی ہے‘ جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلَا اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ)) ’’آگاہ ہو جاؤ! عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہوگا‘‘ فَقُلْتُ: مَا الْمَخْرَجُ مِنْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ ’’تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس سے نکلنے کا راستہ کون سا ہوگا؟‘‘ یعنی اس فتنے سے بچنے کی سبیل کیا ہوگی؟ ’’آپ ﷺ نے فرمایا: ((کِتَابُ اللّٰہِ، فِیْہِ نَبَأُ مَا کَانَ قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ))[1] ’’اللہ کی کتاب! اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں بھی ہیں‘ تمہارے بعد آنے والوں کے احوال بھی ہیں اور تمہارے باہمی مسائل واختلافات کا حل بھی ہے‘‘۔ ان معانی میں یہاں ذِکْرُکُمْ سے مراد یہی ہے کہ تمہارے ہر دور کے تمام مسائل کا حل اس کتاب کے اندر موجود ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ آج بھی ہمیں ہر قسم کی صورتِ حال میں قرآن مجید سے راہنمائی مل سکتی ہے۔

آیت ۱۱ ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ ’’اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے پیس ڈالا جو ظالم تھیں‘‘

ان کے باسی گنہگار‘ سرکش اور نافرمان تھے۔ چنانچہ انہیں سزا کے طور پر نیست ونابود کر دیا گیا۔

﴿وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝﴾ ’’اور پھر ان کے بعد ہم نے اٹھا کھڑا کیا دوسری قوموں کو۔‘‘

جیسے قومِ نوحؑ کے بعد قومِ عاد کو موقع ملا اور قومِ عاد کے بعد قومِ ثمود نے عروج پایا اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا رہا۔

فرمان نبویؐ

قرآن: ایک ضابطۂ حیات

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

((یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ، مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِنَ الْھُدٰی عُلَمَآءُ ھُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَفِیْھِمْ تَعُوْدُ))

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے۔ انہیں سے (ظالموں کی حمایت و مدد کی وجہ سے) دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہیں میں لوٹ آئے گا (یعنی انہیں پر ظالم) مسلط کر دیے جائیں گے۔

تشریح: ایسا زمانہ آئے گا جب مسلمانوں کے دل اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہوں گے۔ قرآن مسلمانوں کے لیے ضابطۂ حیات ہے، لیکن مسلمان اس کی تعلیمات سے کوسوں دور ہوں گے۔ علماء اپنے کام سے ہٹ کر ذاتی اغراض کی تکمیل میں مصروف ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں

محرم الحرام کا مہینہ حرمت والے اُن چار ماہ میں شامل ہے جن کے تقدس کے عرب قبل از اسلام یعنی دورِ جاہلیت میں بھی قائل تھے اگرچہ گروہی مفادات کی تکمیل کے لیے اُن میں الٹ پھیر کرتے رہتے تھے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے ان میں تغیر و تبدل کو سختی سے روک دیا۔ ہجری سال کا باقاعدہ کیلنڈر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ترتیب پایا اور اس کا آغاز مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت سے کیا گیا۔ محرم ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے جس کے 1439 سال مکمل ہو چکے اور 1440 ہجری سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ آج کا نوجوان ہی نہیں بلکہ بڑے بوڑھے بھی عیسوی سال سے اس طرح منسلک ہوئے ہیں کہ ہجری سال سے قطعی طور پر لاتعلق ہو چکے ہیں۔ اسلامی سال کی تاریخ اور ماہ تو دور کی بات ہے مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کون سا ہجری سال ہے۔ عیسوی سال کے بارہ (12) ماہ کے نام چھوٹے چھوٹے بچوں کو ازبر ہیں لیکن اسلامی مہینوں کے نام سے اکثریت ناآشنا ہے۔ ہم عیسوی سال، تاریخ اور ماہ وغیرہ کے استعمال کو غلط یا ناجائز ہرگز نہیں سمجھتے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اسلامی تاریخوں اور ماہ و سال سے لاتعلقی ہی اختیار کر لیں۔ ایک وجہ یقیناً یہ ہے کہ عیسوی کیلنڈر چونکہ شمسی اور ہجری کیلنڈر قمری ہوتا ہے اور مستقبل کے پروگراموں میں عیسوی تاریخ کا تعین آسان ہے۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی مغربی تہذیب کے تسلط اور مسلمانوں کی ذہنی اور سماجی و ثقافتی مرعوبیت کا نتیجہ ہے کہ اُنہوں نے خود کو اسلامی کیلنڈر سے بالکل منقطع کر لیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً ندائے خلافت کے قارئین خود کو اسلامی کیلنڈر سے بھی جوڑیں۔

اسلامی تاریخ میں محرم الحرام میں دو عظیم شہادتیں ہوئیں۔ مرادِ رسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یکم محرم الحرام کو جامِ شہادت نوش فرمایا اور دس محرم کو رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے جگر گوشہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت کا رتبہ پایا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں عظیم المرتبت ہستیاں تھیں اور دونوں نے فی سبیل اللہ شہادت پائی۔ اگرچہ خارجی پروپیگنڈا اور اقلیتی مسلک کے اصرار پر عوامی سطح پر محرم الحرام کو صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جوڑ دیا گیا، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ کے یہ دونوں چمکتے دمکتے ستارے ہیں جن کی روشنی کو مدھم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ بدری صحابی تھے، خلیفہ دوُم تھے، عشرہ مبشرہ میں سے تھے، پھر یہ کہ آپؓ یکم محرم کو شہید ہوئے تھے، اس لیے ہم اُن کا پہلے ذکر کریں گے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو اسلام جزیرہ نمائے عرب میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا اور آپؓ نے شہادت کا اعزاز چونکہ دس محرم الحرام کو پایا لہٰذا اُن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے اسلام کے دشمن بھی قائل ہیں، یعنی جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مغرب کا مؤرخ تسلیم کرتا ہے کہ اگر اسلامی تاریخ میں ایک عمر رضی اللہ عنہ اور ہوتا تو آج ساری دنیا مسلمان ہوتی۔ حضرت عمر ہی کے بارے میں سردار الانبیاء والرسل ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
14تا20 محرم الحرام 1440ھ جلد 27
25 ستمبر تا یکم اکتوبر 2018ء شمارہ 37
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
”دارالاسلام“ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہوتا۔‘‘ اور حضرت عمرؓ ہی کے بارے میں سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے جس پر عمر ہوں۔

حضرت عمرؓ کو مرادِ رسول بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ’’اے اللہ! عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے ایک کو میری جھولی میں ڈال دے۔‘‘

حضرت عمرؓ کے دس سالہ دورِ حکومت میں اسلامی سلطنت 22 لاکھ مربع میل تک پھیل گئی۔ ایک تازہ تحقیق کے مطابق آپؓ نے 36 عدد ایسی achievements کیں جو آپ سے پہلے نہ کی گئی تھیں یا انہیں ادارہ جاتی شکل نہیں دی گئی تھیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔ بیت المال کو آپؓ نے ایک منظم ادارہ کی شکل دی، مسلمانوں ہی کی نہیں غیر مسلموں کی حاجات بھی اُس سے پوری کی جاتی تھیں۔ لوگوں کے جھگڑے نمٹانے کے لیے قاضی عدالتیں پہلے بھی تھیں، لیکن یہ عارضی اور ہنگامی نوعیت کی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے باقاعدہ عدالتی نظام قائم کیا اور قاضیوں کی تقرری حکومت کی ذمہ داری ٹھہری۔ پوسٹل سروس کا باقاعدہ اجرا کیا۔ محکمہ لینڈ ریونیو قائم کیا گیا۔ مردم شماری کا آپؓ نے آغاز کیا۔ باقاعدہ جیلوں کا قیام ہوا۔ نہریں اور پل بنائے گئے۔ الہجرہ کیلنڈر کا آغاز ہوا۔ ریاست کو صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور مفتوحہ علاقہ کو صوبہ کا درجہ دیا گیا۔ آپؓ نے کوفہ، بصرہ جیسے نئے شہر بسائے۔ آپؓ نے سمندری خوراک پر زکوٰۃ نافذ کی اور زکوٰۃ کی سرکاری وصولی کے لیے باقاعدہ ایک نظام قائم کیا۔ آپؓ نے خفیہ رپورٹیں حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ دوسرے صوبوں میں کیا ہو رہا ہے۔ شعر و شاعری میں عورتوں کے نام کا استعمال بند کر دیا گیا۔ تراویح کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ مختلف صوبوں میں ملٹری سٹریٹیجک پوائنٹس بنائے۔ محکمہ پولیس کا آغاز کیا۔ عوام سے براہ راست رابطہ کے لیے راتوں کو گشت کرتے۔ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کا ریاستی نظام بنایا۔ آپؓ نے مسجد الحرام میں پہلی توسیع کی۔ آج اگر پاکستان کے حکمران حضرت عمرؓ کے اس قول پر غور کریں کہ ’’فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے جواب دہی ہوگی‘‘ ذرا تصور کریں آج بھوک کے ہاتھوں مجبور خودکشیاں کرنے والے جب اپنا مقدمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں گے تو ہمارے یہ حکمران کیا جواب دیں گے!

یہ آپؓ کے وہ کارہائے نمایاں ہیں جن میں سے ہر ایک پر طویل بات کی جاسکتی ہے۔ آخری اور اعلیٰ ترین اعزاز کی بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپؓ کی رائے اور آپؓ کی منشا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اپنی مقدس کتاب میں ذکر فرمایا، یعنی اسیرانِ بدر سے سلوک کے حوالہ سے اور خواتین کے پردہ کے بارے میں احکامات جاری ہوئے۔

حضرت حسینؓ جو حضرت معاویہؓ کے دور میں گوشہ نشین ہو چکے تھے، اُس وقت متحرک ہوئے جب امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا۔ حضرت حسینؓ نے اسے خلافت سے ملوکیت کی طرف پیش قدمی قرار دیا اور بعض دوسرے جید اور سینئر صحابہؓ کے ساتھ مل کر یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہؓ جو صحابی رسول تھے، کاتب وحی تھے، اُن کا یہ فیصلہ یقیناً نیک نیتی پر مبنی ہوگا اور ماضی قریب میں تقرر خلیفہ کے حوالہ سے پیدا ہونے والے انتشار کو مدنظر رکھتے ہوئے مستقبل میں مسلمانوں کو بچانے کے لیے ہوگا، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ اس فیصلہ نے ملوکیتی طرز کی خلافت کا آغاز کر دیا اور اسلامی نظام کی شاندار عمارت میں ایک دراڑ آ گئی۔ حضرت حسینؓ نے نظامِ خلافت میں اس دراڑ کا راستہ روکنے یا اُسے پُر کرنے اور پھر سیاسی سطح پر حقیقی خلافت کو پٹڑی پر چڑھانے کے لیے جہاد کیا اور ایک بے مثل جہاد کیا، جس میں اپنی ہی نہیں اپنے خاندان کے کئی درجن افراد کی جان بھی قربان کر دی، لیکن اسلامی نظام میں دراڑ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آج کا مسلمان سوچے کہ ایک وہ تھے جنہوں نے اسلام کے حوالہ سے اتنی بات پر اپنی اور اہل وعیال کی جان قربان کر دی اور ایک ہم ہیں کہ اسلامی نظام کی شاندار عمارت پوری ڈھا چکی ہے بلکہ زمین بوس ہوگئی ہے اور ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ ہم دنیا بنانے اور اس حوالہ سے دوسروں پر سبقت لے جانے پر تلے ہوئے ہیں اور ہر چہ باداباد کا نعرہ لگا کر میدان میں اترے ہوئے ہیں۔ ہمارے اسلام کا کُل انحصار اب خالی خولی نعروں پر ہے۔ ہم پُر جوش انداز میں نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت لگاتے ہیں، ہم بآوازِ بلند ’’حسینؓ سب کا ہے‘‘ کہتے ہیں، لیکن عملاً نہ اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی پابندی ہے نہ حسینؓ جیسا جہاد کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ایمان کے بعد عمل صالح کی توقع کرتا ہے۔ جس طرح کربلا میں عمل صالح حق کی خاطر ڈٹ جانا تھا، وگرنہ کیا صفِ مخالف کے لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر عامل نہیں تھے؟ لیکن حضرت حسینؓ سیاسی نظام کو بھی بالکل اُسی طرح دیکھنا چاہتے تھے جیسے خلفائے راشدینؓ کے دور میں تھا۔ آج عالم اسلام خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کا حقیقی عمل صالح یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں ایسا سیاسی، سماجی اور معاشی نظام قائم کریں جس کا دین اسلام تقاضا کرتا ہے۔ اگر ہم باطل نظام کے تحت زندگی گزارنے پر راضی رہتے ہیں تو باطل کے زیرِ اہتمام حق نکھر کر سامنے آئے یا حق کا بول بالا ہو، یہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور اس باطل کے زیرِ تسلط نماز، روزہ حج، زکوٰۃ کس قدر اجر و ثواب کے حامل ہیں؟ یہ ایک مشکل سوال ہے جو جواب طلب ہے۔ البتہ یہ بات واضح ہے اور واضح رہنی چاہیے کہ ہم پر اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کی کوشش اور جدوجہد فرض ہے، ایسا کر گزرنا یعنی اسے بالفعل قائم کر دینا ہم پر فرض نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ستر سال گزرنے کے باوجود پاکستان کیوں اسلامی فلاحی ریاست نہ بن سکا۔ ہم آسانی سے اس کا الزام حکمران طبقے پر دھر دیتے ہیں یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ اولین فرض ان ہی کا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام خاص طور پر اسلامی جماعتوں نے بھی اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ وہ مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ عوام کی روزمرہ کی زندگی ڈسٹرب ہو تو بازاروں میں احتجاج کرتے ہیں اور بعض اوقات حکومتوں کو جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اسلامی جماعتوں کو انتخابات میں یا کسی طرح اپنا مفاد خطرے میں نظر آئے تو سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور ہر طرح کا تشدد برداشت کرتے ہیں۔ لیکن ملک میں نفاذ اسلام کے لیے جان و مال کے حوالے سے کوئی معمولی سا خطرہ بھی مول نہیں لیتے۔ ہر وقت کا ایک خصوصی عمل صالح ہوتا ہے جو اہم تر ہوتا ہے، آج کا عمل صالح باطل نظام کو نیست و نابود کر کے اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم کرنے کی سعی و جدوجہد کرنا ہے۔ لہٰذا صد ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جو ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس عملِ صالح کے لیے کوشاں ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

سانحۂ کربلا یہودی سازش کا مظہر تھا

شہادت کی حقیقت

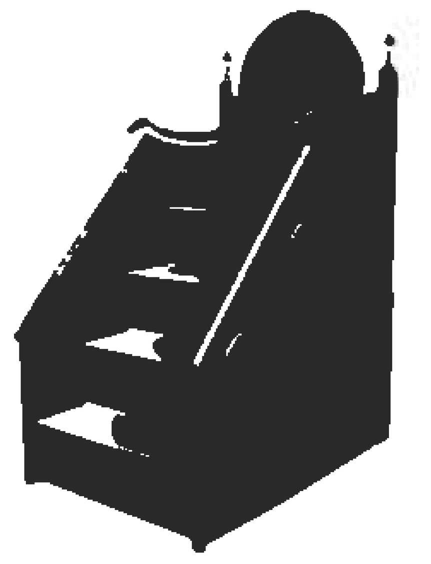

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ایک خطاب جمعہ کی تلخیص

اسلامی کیلنڈر میں محرم الحرام سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اگرچہ ہم اپنے ملک کو اسلامی ملک کہتے ہیں لیکن ہمارا پورا نظام عیسوی کیلنڈر کے تحت چلتا ہے۔ آج دسویں محرم کو اسلامی تاریخ کا ایک المناک واقعہ پیش آیا، جس کا ذکر بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ سمجھ لیجیے کہ محرم میں نواسۂ رسول حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھ پوری فیملی کی جو عظیم شہادت ہوئی ہے، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑی اذیت والی بات کوئی نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ محرم شہادتوں کا مہینہ ہے جس کی یکم تاریخ کو خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت ہوئی، جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ حضرت عمرؓ آپؐ کے اُن دو جلیل القدر ساتھیوں میں سے ایک ہیں جو آپؐ کے دائیں بائیں ہوتے تھے (یعنی ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ)۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ خلفائے راشدین میں ٹاپ پر ہیں۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کا مرتبہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے ذریعے اسلام کو بڑی تقویت ملی تھی۔ اُن کے ایمان لانے پر حضور ﷺ اور صحابہؓ نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ نبی اکرم ﷺ آسمانی ہدایت پر مبنی جس دین حق اور نظام زندگی کو قائم کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، آپؐ نے اُسے مستحکم کیا اور دنیا کے ایک بڑے حصے تک پھیلایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوانوں میں تھرتھری پیدا ہوتی اور زلزلہ آتا تھا۔ اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہی آپؓ کی شہادت سے ہوتا ہے۔ یکم محرم الحرام آپؓ کا یوم شہادت ہے۔ اس کے بعد دسویں محرم کو نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت کا یہ اندوہناک سانحہ آتا ہے۔ دسویں محرم کے حوالے سے بات بھی واضح ہو کہ اس دن کی خاص فضیلت بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہود دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے یہودیوں سے اس روزے کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم اور غلامی سے نجات دلائی تھی۔ چونکہ اس دن ہم پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان ہوا، لہٰذا ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ تو تم سے زیادہ ہمارے ہیں، لہٰذا ہم بھی اس دن روزہ رکھیں گے۔ چنانچہ پھر نبی ﷺ نے دسویں محرم کو روزہ رکھنا اپنا معمول بنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم دو دن روزہ رکھیں گے 9 ویں اور 10 ویں محرم (یا 10 اور 11 کی تاریخ کو) تا کہ ہمارا یہود سے امتیاز ہو جائے۔

سانحہ کربلا کے ضمن میں ہمارے ہاں بہت زیادہ افراط وتفریط کا معاملہ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں ایک خاص طبقہ اس سانحہ کو جس انداز سے بیان کرتا ہے، اُس کی وجہ سے بعض اوقات اصل حقیقت چھپ جاتی اور داستانوں کے اندر گم ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کے لیے ملوکیت ناقابل قبول تھی لہٰذا آپؓ نے اس کے خلاف جہاد کیا اور بمع خاندان جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ اس اندوہناک سانحہ کی حقیقت سے آگاہی کے لیے اس کے پس منظر سے آگاہی ہونی ضروری ہے۔ اس حادثہ کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ یہ اچانک ظہور پذیر ہونے والا حادثہ نہیں تھا بلکہ درحقیقت یہودی سازش کا مظہر تھا جو پورے پچیس سال قبل حضرت عثمان ذوالنورین کے شہادت کے سانحے کو جنم دے چکی تھی۔ یہ ایک بہت بڑی سازش تھی جو پیغمبر اسلام ﷺ کے لائے ہوئے اسلامی انقلاب (جسے آپؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ نے مستحکم کیا) کا راستہ روکنے کے لیے تیار کی گئی۔ اسی یہودی سازش کے اثرات میں بعد میں ایک نتیجہ نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کی صورت میں نکلا۔

محرم شہادتوں کا مہینہ ہے۔ اس کا آغاز ہی جیسا کہ بتایا گیا ایک شہادت (عمر فاروقؓ) سے ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ شہادت کیا ہے۔ شہادت کا لفظ عربی زبان میں گواہی کے معنی میں آتا ہے۔ اسی مادہ سے شہید اور شاہد کے الفاظ آتے ہیں۔ اس کا معانی موجود اور گواہ کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ گواہ وہی شخص ہوتا ہے، جو موجود بھی ہو۔ گواہ کے معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ ایک مقام پر یہ حضرت عیسیٰؑ کے لیے آیا ہے۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے: ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ ”کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو“۔ تو اس کے جواب میں عیسیٰؑ اپنی وضاحت وہاں پیش فرمائیں

گے کہ ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ ''اور جب تک میں ان میں رہا ان پر شہید (گواہ) رہا (یعنی ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا) جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگراں، اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔''

سورۃ النساء میں یہ لفظ نبی ﷺ کے لیے آیا ہے۔ فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا (41)﴾ ''بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔''

چنانچہ لفظ شہید کا اصل مفہوم گواہی کا ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ بالعموم اِسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ البتہ ایک مقام پر یہ مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں آیا ہے۔ یہ مقام سورۃ آل عمران کی آیت 140 ہے، جس میں فرمایا:

﴿ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُھَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (140)﴾

''اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان لانے والوں کو متمیز (نمایاں) کردے اور تم میں سے بہت سوں کو رتبۂ شہادت دے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔''

شہید کے ان دونوں معانی (حق کی گواہی اور راہ حق میں جان قربان کرنا) میں مغائرت نہیں، بلکہ گہرا ربط ہے۔ یہ ربط کیا ہے؟ مقتول فی سبیل اللہ بھی دراصل اپنی جان دے کر اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ واقعتاً اللہ کے لیے مخلص تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد ہی رب کی رضا تھا۔ پس غلبہ واقامت دین کی جدوجہد میں جان دینے والا اس زمین پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ علامہ اقبال زبورِ عجم میں کہتے ہیں۔

چناں خود را نگہ داری کہ با ایں بے نیازی ہا
شہادت بر وجودِ خود زخونِ دوستاں خواہی!
مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
زنوری سجدہ می خواہی زخاکی بیش ازاں خواہی!

اقبال نے یہاں شہادت کے لفظ کو بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک مقام بندگی ہے، وہ کچھ اور ہے۔ اگرچہ انسانوں کی زندگی کا مقصد ہی بندگی ہے، لیکن اُن سے اس سے بڑھ کر بھی مطلوب ہے۔ بندگی تو فرشتے بھی کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے، اُسے بجا لاتے ہیں۔ خدایا فرشتوں سے تو تجھے محض بندگی مطلوب ہے، لیکن تو نے جو خاکی مخلوق بنائی ہے اس سے تجھے اس سے بڑھ کر مطلوب ہے۔ جو تیرے سچے دوست ہیں، تو چاہتا ہے کہ وہ اپنی جان کی قربانی دے کر تیری محبت کی گواہی اور شہادت دیں، اپنا خون دے کر ثابت کریں کہ واقعی ہم اللہ کے وفادار ہیں اور اس کے عاشق ہیں۔

اقبال نے یہ مضمون قرآن مجید سے ہی لیا ہے۔ سورۃ الصف میں فرمایا گیا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (4)﴾ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) پَرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بے شک اللہ کے محبوب ہیں۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ﴾ (التوبہ:111) ''وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔''

راہ خدا میں شہید ہونے والے کو بہت اونچا مقام کیوں دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان دے کر ثابت کرتا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا کوئی گواہ نہیں ہے، وہ واقعی اللہ کا سچا عاشق تھا۔ اور جو رب کے عاشق ہوتے ہیں، ان کی غیرت وحمیت اللہ کی زمین پر باطل نظام کو برداشت نہیں کر سکتی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ رب کی زمین پر باطل قوتوں کا قبضہ ہو اور اللہ کے وفادار آرام سے لمبی تان کے سوئے رہیں۔ یہ روش وفاداری کے خلاف ہے۔ اگر اُن کے پاس قوت ہو تو اُن پر لازم ہے کہ باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کا دین (جو انسانوں کے لیے رحمت ہے) قائم کریں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو کامل رحمت والا نظام عطا کیا گیا۔ جو طبقات اس نظام رحمت کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کے خلاف صف آرا ہو کر اُن کا قلع قمع کریں۔

شہادت ایک بہت بڑا اعزاز ہے، جو اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو حق کی گواہی دیتا ہے، جو راہ حق میں، دین کے غلبہ کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ لفظ جس طور سے استعمال ہوتا ہے، اس سے اس کے اصل معنی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ دینی کاز کی خاطر جان دینے کے علاوہ دوسرے مقتولوں کو بھی شہید کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ شہید اصلاً وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کے غلبہ یا تحفظ کے لیے جہاد کرتے ہوئے جان دیتا ہے۔ جہاد راہ حق میں جدوجہد کا نام ہے۔ مجاہد حقیقت میں ہے ہی وہ شخص جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ریاکاری، غیرت یا اظہار شجاعت کے لیے جہاد کرتا کہ ان میں کون اللہ کی راہ میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔'' (جامع ترمذی)

یعنی مجاہد درحقیقت وہ شخص ہے جو اس غرض سے جنگ کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے، اُس کا عطا کردہ نظام قائم ہو جائے۔ ایسا شخص جب جان دیتا ہے تو وہ صحیح معنی میں شہید فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔ شہید لفظ کا استعمال اس کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی آتا ہے، کیونکہ شہادت کے کئی مراتب ہیں۔ وہ شخص بھی شہید ہے جو اپنے مال و املاک کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے، لیکن وہ شہید فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنے وطن کی آزادی کے لیے جنگ کرتے ہیں تو یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے، لیکن یہ جہاد حریت ہے، جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں جن میں عام طور پر لوگ خلط مبحث کر دیتے ہیں اور بات کو سمجھ نہیں پاتے۔ افسوس کہ یہ چیزیں ہماری تعلیم اور نصاب کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اچانک اس طرح کی کوئی بحث اٹھ جائے تو سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب تک ہمیں ان چیزوں کا علم نہیں ہوگا، بات سمجھ نہیں آئے گی۔

قرآن حکیم میں متذکرہ آیت (آل عمران: 140) جس میں لفظ شہید مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں آیا ہے، ایک خاص پس منظر میں آئی ہے۔ یہاں ذکر غزوۂ احد کا ہو رہا ہے، جو غلبہ دین حق کی جدوجہد میں دوسرا غزوہ ہے۔ اس راہ میں جو پہلا غزوہ پیش آیا، وہ غزوۂ بدر تھا۔ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو معجزانہ طور پر کامیابی عطا کی، اللہ کی غیبی تائید اُن کے ساتھ تھی۔ غزوۂ احد میں اگرچہ مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی

مدد اُن کے ساتھ نہیں تھی۔ یقیناً اللہ کی مدد آئی تھی۔ اللہ نے نصرت کا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا، فرشتے بھی مدد کو آئے تھے، اسی لیے پہلے ہی حملے میں دشمن کے قدم اکھڑ گئے، اور مسلمان ان کو تہہ تیغ کرنے لگے تھے۔ دشمن بھاگ رہے تھے، لیکن پھر یہ ہوا کہ جب نظم میں ڈھیل کا مظاہرہ ہوا تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر یہ ہوا کہ 70 مسلمان شہید ہو گئے۔ سورۃ آل عمران میں ان باتوں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ شہادت فی سبیل اللہ کا ذکر کر کے اہل ایمان کو تسلی دی جا رہی ہے۔ فرمایا:

﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (138)﴾

''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بیان صریح اور اہل تقویٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

یعنی یہ نصیحت اور ہدایت ویسے تو سب کے لیے ہے، لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جو متقین ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (139)﴾

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

حزن و ملال، افسوس، پریشانی انسان کو ڈپریشن کی طرف لے جاتی ہیں۔ لہٰذا دھیان رکھو کہ ان کی نوبت نہ آنے پائے۔ گھبراؤ مت اور ہمت نہ ہارو کہ بالآخر تم ہی غالب ہو کر رہو گے اگر تم واقعی مومن ہوئے۔ یہ بہت عظیم آیت ہے، جس میں قیامت تک کے لیے ہمارے لیے بشارت ہے۔ مسلمانوں کا دنیا میں غلبہ و اقتدار اور سربلندی حقیقی ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ حقیقی ایمان وہ ایمان ہے جس کی گواہی آدمی کا عمل دے رہا ہو، انسان کا کردار شاہد ہو کہ یہ واقعی اللہ پر، رسول پر اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے۔ یہ نہیں کہ ایمان صرف نوک زبان پر ہو۔ اس وقت دنیا میں پونے دو ارب مسلمان ہیں، لیکن بیشتر کا حال یہ ہے کہ یقین کی دولت سے کوسوں دور ہیں۔ مسلم دنیا کے حکمران تو معاملات اور حالات کو ایمان و یقین کی روشنی میں دیکھنے کی بجائے مادی زاویہ نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ غلبہ و کامرانی کے لیے انہیں بھروسا اللہ پر نہیں، جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ پر ہے، جبکہ یہ سب چیزیں ثانوی ہیں۔ اصل چیز اللہ پر یقین اور اعتماد ہے۔ اگر اللہ پر یقین اور بھروسا نہ ہو تو اسلحہ، ہتھیار حتیٰ کہ ایٹم بم بھی دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ ہاں اگر اللہ پر پختہ یقین ہوا تو ضرور غلبہ و سربلندی حاصل ہوتی ہے۔ طالبان افغانستان کی شاندار مثال ہمارے سامنے ہے، جو ایمان کے ہتھیار سے لیس تھے، تو بے تیغ ہی امریکا سے ٹکرا گئے اور اللہ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ آج امریکا وہاں سے دم دبا کر بھاگ رہا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ﴾

''اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔''

اگر غزوۂ احد میں تمہارے 70 افراد شہید ہوئے ہیں اور بہت سارے زخمی بھی ہوئے ہیں، اگر تمہیں ایک چرکہ لگا ہے، تو ذرا غور کرو کہ وہ قوم جو تمہارے مقابل ہے یعنی قریش مکہ انہیں بھی تو ایسا زخم لگ چکا ہے۔ ایک سال پہلے ان کے بڑے بڑے سردار نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تم اس وقت جو اتنے پریشان اور صدمے سے نڈھال ہو رہے ہو، تو اس کیفیت سے نکلو۔ یہ کیفیت اگرچہ تمام مسلمانوں کی نہ ہوگی، چند ایک کی ہی ہوگی، تاہم قرآن مجید اصلاح کے لیے عمومی انداز میں بات کرتا ہے، تاکہ قیامت تک سب لوگ اس سے رہنمائی پائیں۔

﴿ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ﴾

''اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔''

یعنی ہو سکتا ہے کسی ایک معرکے میں مسلمان فتح مند ہو جائیں اور کسی دوسرے معرکے میں مسلمانوں کو نقصان پہنچے اور بظاہر شکست ہو۔ یہ گردش ایام ہے، جس سے مسلمانوں کو بھی واسطہ پڑے گا، لیکن بالآخر کامیابی انہی ہی کی ہوگی۔ غور کیجیے نبی کریم ﷺ کی مختصر سی حیات طیبہ میں اللہ نے ان سے کیا کچھ کام لیا ہے۔ اگرچہ اس دوران میں کئی نہایت مشکل مراحل آئے، کتنے ہی غزوات اور سرایہ ہوئے اور حضور ﷺ کو کئی صدمات دیکھنے پڑے، لیکن بالآخر فیصلہ کن غلبہ اور کامیابی رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں ہی کی ہوئی۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو جو چرکہ لگا ہے، اس میں کئی مصلحتیں ہیں۔ اس میں ایک مصلحت یہ ہے کہ

﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (آل عمران:140)

''اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان لانے والوں کو متمیز (نمایاں) کردے اور تم میں سے بعض کو رتبہ شہادت دے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔''

یعنی غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اور اُن کی جو شہادتیں ہوئیں، یہ سب کچھ اس لیے ہوا تاکہ اللہ ممیز کر دے ان لوگوں کو جو اللہ پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں اور بعضوں کو مقام شہادت سے سرفراز فرما دے، جو ایک بہت اونچا منصب اور بلند مقام ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

شہادت کی آرزو ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ جس شخص کی موت اس حال میں آ گئی کہ نہ تو اس نے اللہ کی خاطر کسی جنگ میں حصہ لیا، اور نہ کبھی اس کی آرزو ہی اس کے دل میں پیدا ہوئی، (کہ میں کسی اسلامی جنگ میں شریک ہوں اور اس میں مجھے شہادت نصیب ہو) وہ تو ایک درجے کے نفاق پر مرا ہے۔ یعنی ایسے شخص کا ایمان خالص نہیں ہے۔ اس میں نفاق کی آمیزش آ گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق سے بچائے اور شہادت بلند کا مرتبہ عطا فرمائے۔ (آمین)

آگے فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (142)﴾

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے (حالانکہ) ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ یہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔''

﴿ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (143)﴾

''اور موت (شہادت) کے آنے سے پہلے تم اُس کی تمنا کیا کرتے تھے، سو تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

اس کا ایک خاص پس منظر یہ ہے کہ غزوۂ احد سے پہلے غزوۂ بدر ہوا۔ اس میں صرف 313 مسلمانوں کو شریک ہونے کا موقع ملا تھا۔ اُن کے پاس صرف آٹھ تلواریں تھیں، مگر پھر بھی غزوۂ بدر ہوا ہے، کفار کے ساتھ دو بدو مقابلہ ہوا، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، وہ خواہش کر رہے تھے کہ کاش ہم بھی معرکہ بدر میں شریک ہوتے اور ہمیں بھی شہادت نصیب ہوتی۔ تو فرمایا کہ تم اس سے پہلے شہادت کی بڑی آرزو بھی کرتے تھے، تمہیں شہادت کا مقام عطا کر کے اللہ نے تمہاری یہ آرزو بھی پوری کر دی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی ایمان عطا فرمائے۔ (آمین)

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی 8 1۔ خلافتِ آدم

25 مصطفیٰ ﷺ اندر حرا خلوت گزید ۔۔۔ مدّتے جز خویشتن کس را ندید

(ہمارے آقا) حضرت محمد ﷺ ایک مدت غارِ حرا میں خلوت گزیں رہے اور اس عرصے میں اپنے سوا کسی (دوسرے انسان) کو نہیں دیکھا

26 نقشِ ما را در دلِ او ریختند ۔۔۔ ملّتے از خلوتش انگیختند

خالق کائنات یعنی قدرت کی طرف سے ہمارا (ایک مہذب انسان اور مہذب انسانی معاشرہ) نقش آپ ﷺ کے قلب میں ڈال دیا گیا آپ کی خلوت سے ایک ملت (اُمت مسلمہ) کے براہیمی تصور کو امر کر دیا گیا

27 می توانی منکرِ یزداں شدن ۔۔۔ منکر از شانِ نبیؐ نتواں شدن

اے آدم ! تو (کوئی انسان اپنی ذہنی پسماندگی کی وجہ سے) خدا کا منکر تو ہوسکتا ہے مگر تو (انسان دوست پیغمبر ﷺ کی تعلیمات★) شانِ مصطفےٰ ﷺ کا انکار نہیں کرسکتا

28 گرچہ داری جانِ روشن چوں کلیم ۔۔۔ ہست افکارِ تو بے خلوت عقیم!

اے آدم! اگرچہ تیرے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی روشن جان (پاک ضمیر) ہی کیوں نہ ہو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر اور تدبر اور اللہ سے ذاتی تعلق کے احساس بغیر کچھ ہاتھ نہیں آتا

29 از کم آمیزی تخیّل زندہ تر ۔۔۔ زندہ تر، جویندہ تر، یابندہ تر

(اپنے خالق حقیقی کی فرمانبرداری کے ساتھ محبت کا احساس پیدا ہونا اور اس کو پروان چڑھانا) خلق خدا سے میل جول کم کرنے سے ہی ایک نئی زندگی جنم لیتی ہے اور نشو و نما پاتی ہے جو (میل جول والی زندگی سے) زیادہ زندہ، زیادہ جستجو کرنے والی، زیادہ نتیجہ خیز ہوتی ہے

25۔ آدم (اولادِ آدم علیہ السلام) کی تخلیق کی صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ عورت میں ان صلاحیتوں کا ایک ہدف اور مقصود ایک ہے اور مرد کی تخلیقی صلاحیتوں کا رُخ اور میدان ذرا مختلف ہے۔ اولادِ آدم میں انبیاء و رُسل علیہم السلام کا مرتبہ بہت بلند ہے پھر ان میں سب کے سرخیل اور سردار سیّدنا امام الاوّلین و الآخرین حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی تخلیقی اور سوچ بچار کی صلاحیتوں کا خالق کائنات کے سوا کون تصور کر سکتا ہے۔ ہم تو آپ ﷺ کے اعلیٰ کمالات، فتوحات، شاندار کارناموں اور انسانیت کے لیے رحمت للعالمینی کے جابجا پھیلے مظاہر سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کا لایا ہوا نظام، آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ، آپ ﷺ کا طرزِ زندگی، آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ اور سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کا دنیاوی آسائشیں چھوڑ کر غارِ حرا میں خلوت گزینی اور دنیا سے کٹ جانا آپ ﷺ کی فکری تخلیقی بلندیوں کا پتہ دیتے ہیں۔

26۔ فاطر فطرت اور خلّاقِ جہاں کی طرف سے آپ ﷺ کی خلوت گزینی میں آپ کے مقدس اور پاک دل میں 'اُمت' کا نقش ڈالا گیا اس نقش کے خاکے میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فکری صلاحیت نے رنگ بھرے ہیں اس اُمت کو وجود بخشا گیا اس اُمت کے قرنِ اوّل کے کارنامے آپ ﷺ کی فکری بلندیوں کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ کارنامے آج بھی ایک حقیقت ہیں۔

27۔ کوئی ملحد، سیکولر، بے دین اور انسانی اعلیٰ صفات سے محروم شخص منکر خدا تو ہوسکتا ہے (اور آج بے شمار لوگ ہیں) مگر کوئی معقول شخص بقائمی ہوش و حواس آپ ﷺ کی شخصیت، کردار، کارنامے اور بحیثیت انسان ایک روشنی کا مینار ہونے، کا منکر نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق (کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن ۔الحدیث) کی وجہ سے آپ فخر انسانیت اور سیّد الاوّلین والآخرین کہلانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

28۔ اے اولاد آدم (انسان)! چاہے بحیثیت انسان تم جسد و روح کے ساتھ ایک مکمل انسان ہو، اعلیٰ کردار کے مالک ہو، ضمیر کی روشنی جسد خاکی سے چھلک رہی ہے تاہم یہ نکتہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ انسانی افکار (مستقبل بینی، درون بینی و دور بینی کی صلاحیت) تنہائی اور خلوت گزینی کے بغیر نامکمل رہتی ہے بلکہ اپنے اعلیٰ فکر کو پروان چڑھانے سے قاصر اور عقیم (INFERTILE) ہوتی ہے۔

29۔ لوگوں سے میل جول (INTERACTION) اعلیٰ انسانی وصف اور بنیادی انسانی ضرورت سہی مگر کم آمیزی (لوگوں سے کم ملاقات کرنا) یا لوگوں سے بامقصد ملاقات یا 'ہم فکر' لوگوں سے ناگزیر ملاقات فکری پرواز کو بلندی سے ہمکنار کرتی ہے۔ اگر ہم فکر اور بامقصد ملاقات کے لیے لوگ ناپید ہوں تو خلوت گزینی کے سوا چارہ نہیں۔ اس عمل سے تخیل کا رہوار اونچی پرواز کرتا ہے اور فکری عمل زندہ، جوئندہ اور پائندہ بن جاتا ہے۔

★ قرآن مجید میں وارد ہے ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ کہ آپ ﷺ تمام جہانوں (اور اس کے مکینوں) کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ کی تعلیمات بالخصوص انسانی معاشرہ کے آخری ممکن درجہ میں انسان دوست، ماحول دوست، علم دوست اور اخلاق دوست ہیں۔

انگریزوں نے قادیانی فتنہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو زک پہنچانے کے لیے پیدا کیا تھا: ایوب بیگ مرزا

قادیانی مشیر یا کوئی قادیانی عہدیدار قابل قبول اس لیے نہیں ہے کہ یہ بدترین گستاخ رسول ہیں، اسلام کے غدار ہیں اور ان کی پاکستان کے ساتھ وفاداری مشکوک ہے: محمد متین خالد

میزبان: آصف حمید

قادیانی نامنظور کیوں کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: پاکستان میں ایک قادیانی مشیر قابل قبول کیوں نہیں ہے؟

محمد متین خالد: پاکستان میں قادیانی مشیر یا کوئی قادیانی عہدیدار قابل قبول اس لیے نہیں ہے کہ قادیانیوں کی پاکستان کے ساتھ وفاداری مشکوک ہے۔ وہ کبھی بھی پاکستان کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ان کی وفاداریاں اور ہمدردیاں ہمیشہ سے برطانوی سامراج اور یورپ کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ سر ظفر اللہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ تھا۔ اس وقت اس نے تمام پاکستانی سفارت خانوں میں چپڑاسی سے لے کر 22 گریڈ افسر تک تمام لوگ قادیانی بھرتی کروائے تھے۔ جس پر حمید نظامی مرحوم نے کہا تھا کہ پاکستانی سفارت خانے قادیانیوں کی تبلیغ کے اڈے بن چکے ہیں۔ اسی طرح ایم ایم احمد قادیانی جو ڈپٹی چیئرمین تھا اس نے یہاں ایسی پالیسیاں بنائیں جن کی وجہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور پھر ملک دولخت ہوگیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام کے حوالے سے زاہد ملک صاحب نے اپنی کتاب ''ڈاکٹر قدیر اور اسلامی بم'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ مجھے پاکستان کے وزارت خارجہ نے یہ بات بتائی کہ جب سابق وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب علی خان امریکہ کے دورے پر گئے تو امریکیوں نے ان سے کہا کہ پاکستان نے اسلامی بم بنا لیا ہے۔ انہوں نے اس بات سے انکار کیا۔ اس پر امریکی انہیں ایک کمرے میں لے گئے جہاں انہوں نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی تصاویر اور بم کا ماڈل انہیں دکھایا کہ یہ دیکھو ہمارے پاس پوری انفارمیشن ہے۔ اس پر ہمارے وزیر خارجہ سخت شرمندہ بھی ہوئے اور حیران بھی کہ ان کے پاس ساری تفاصیل کیسے آگئیں۔ جب صاحبزادہ یعقوب وہاں سے نکل رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اسی ماڈل والے کمرے میں داخل ہو رہے تھے جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ عبدالسلام قادیانی ہمارے ایٹمی پروگرام کی مخبری امریکہ کو کر رہا تھا۔ یہ ان کی

مرتب: محمد رفیق چودھری

غداریوں کی چند مثالیں ہیں جس کی وجہ سے پاکستانی کسی قادیانی کو کسی بھی عہدے پر قبول نہیں کر رہے۔ قبول نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے آئین کے بھی باغی ہیں۔ آئین کہتا ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ لیکن وہ اپنی اس حیثیت کو تسلیم ہی نہیں کر رہے اور دوسری طرف اپنے حقوق کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ گویا وہ ہمارے آئین کو تسلیم ہی نہیں کر رہے۔ ایک اور بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ قادیانی چاہے کسی بھی ملک میں ہوں وہ سب سے پہلے اپنے نام نہاد خلیفہ کے وفادار ہوتے ہیں، ریاست سے وفاداری اس کے بعد کا معاملہ ہے۔ لیکن کرنا اس نے وہی ہے جو اس کے نام نہاد خلیفہ نے کہنا ہے۔ وہ اس پر واجب ہے۔ ان کے نام نہاد خلیفہ ہمیں کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاکستان جلد ٹوٹ جائے گا۔ قادیانیوں کے پہلے خلیفہ بشیر الدین محمود نے کہا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے، اکھنڈ بھارت جلد بن کر رہے گا۔ اس لیے ربوہ میں اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ یہ یہاں عارضی طور پر مدفون ہیں جب اکھنڈ بھارت بن جائے گا تو ہم انہیں بھارت میں منتقل کر دیں گے۔ شورش کاشمیری کی کتاب ''عجمی اسرائیل'' میں قادیانیوں کی سازش کے بارے میں موجود ہے کہ قادیانی فوجی افسر یہ چاہتے تھے کہ ہم 1965ء کی جنگ ہار جائیں۔

ایوب بیگ مرزا: فتنۂ قادیانیت کا ہم اگر گہرائی میں جا کر جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز جان گئے تھے کہ مسلمانوں میں چونکہ جذبۂ جہاد موجود ہے اس لیے وہ لڑتے ہیں۔ اس جذبے کو ختم کرنے کے لیے انہیں ایک ایسے نام نہاد مذہبی پیشوا کی ضرورت تھی جو یہ اعلان کرے کہ جہاد کی فرضیت اب ختم ہو چکی ہے۔ اس کے لیے انہیں ایک پڑھے لکھے مگر گمراہ انسان کی ضرورت تھی اور وہ انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں مل گیا۔ چنانچہ مرزا پر انگریزوں کی عنایات کی برسات ہونے لگی اور اسے مسلمانوں کے اندر سے جذبۂ جہاد کو ختم کا ٹارگٹ دے دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے انگریز سرکار کی سرپرستی میں اس فتنہ کو پھیلایا۔ پھر جب پاکستان کی تحریک چلی تو قادیانیوں نے قیام پاکستان میں روڑے اٹکائے۔ قائداعظم نے سائمن کمیشن کو رد کر دیا تھا مگر قادیانیوں نے نہ صرف اس کمیشن کی حمایت کی بلکہ ان کے ایک وفد نے کمیشن سے ملاقات بھی کی۔ 1937ء سے 1942ء تک قادیانیوں نے یونینسٹ پارٹی کی حمایت کر کے پنجاب میں مسلم لیگ کا راستہ روکے رکھا۔ پھر جب قیام پاکستان کا فیصلہ ہوگیا اور تقسیم کا مرحلہ درپیش ہوا تھا قائداعظم نے باؤنڈری کمیشن میں سر ظفر اللہ کو مسلم لیگ کے وکیل کے طور پر نامزد

کیا،ظفراللہ قادیانی نے مسلم لیگ کی وکالت کیا کرنی تھی اُلٹا گورداسپور کے قادیانیوں کو غیر مسلم ظاہر کر کے آبادی کا تناسب ہندوستان کے حق میں تبدیل کر دیا اور اس طرح انڈیا کو کشمیر کا راستہ مل گیا اور وہ مسلح یلغار کر کے کشمیر پر قابض ہوگیا۔ اگر قادیانی اس وقت یہ سازش نہ کرتے تو آج سارا جموں وکشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا۔ اسی طرح 1984ء میں جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے فوراً بعد قادیانی گروہ کے سرغنہ مرزا طاہر احمد نے جنیوا میں اقوام متحدہ کے ہیومن رائٹس کمیشن میں یہ درخواست دائر کی کہ پاکستان میں ان کے شہری اور مذہبی حقوق چھین لیے گئے ہیں۔ یہ درخواست حکومت پاکستان کے خلاف تھی جس کا جواب جنیوا میں مقیم پاکستانی سفیر مرزا منصور احمد نے دینا تھا لیکن چونکہ وہ بھی قادیانی تھا اس لیے اس نے جان بوجھ کر فیصلہ پاکستان کے خلاف آنے دیا۔ اس وقت سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف لابنگ، پروپیگنڈے اور دباؤ کی اصل بنیاد یہی فیصلہ بنا ہوا ہے۔

محمد متین خالد: ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ ان کی نشانیاں نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو پھر اس کے بعد پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا اور پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ پھر جہاد ختم ہو جائے گا۔ جب یہ حدیث انگریزوں نے پڑھی تو انہوں نے کہا کہ کوئی ایسا انسان تیار کرو جو یہ کہے کہ میں وہی عیسیٰ ہوں جس نے آنا تھا اور میں مسیح موعود کی شکل میں تمہارے سامنے آچکا ہوں۔ لہٰذا میرے آنے سے جہاد ختم ہوگیا۔ مرزا قادیانی سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے لیکن تمہارے والدین ہیں پھر تم عیسیٰ کس طرح بن گئے؟ اس نے انتہائی مضحکہ خیز جواب دیا جس کو بیان کرنے سے زبان کانپتی ہے اور یہ جواب اس نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ 51 پر نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ (نعوذ باللہ! نعوذ باللہ!) اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ انٹرکورس کیا جس کے نتیجے میں میں حاملہ ہوا اور دس مہینے میں حاملہ رہا۔ دس ماہ کے بعد مجھے درد زہ ہوئی اور پھر میری ڈلیوری ہوئی۔ مجھ میں سے میں نکلا اور میں عیسیٰ ہوں۔ یہ اس کی کتاب میں موجود ہے جسے قادیانی پڑھتے بھی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی انہیں عقل نہیں آتی کہ پوری قادیانیت دھوکہ پر مبنی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: قادیانی تو پیدا ہی اس لیے کیے گئے تھے کہ برصغیر کے مسلمانوں میں تفریق پیدا کردیں۔ لہٰذا اگر وہ پاکستان کے حق میں ہو جائیں تو وہ اپنی نفی کردیں گے۔ یعنی اگر وہ پاکستان سے محبت کریں تو ان کی تو بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے

محمد متین خالد: یہودیوں نے فلسطینیوں کی زمینیں چھین کر وہاں اسرائیل قائم کیا لہٰذا فلسطینیوں کے

> تقسیم ہندوستان کے وقت اگر قادیانی گورداسپور میں غداری نہ کرتے تو آج سارا جموں وکشمیر پاکستان کا حصہ ہوتا۔

دلوں میں کبھی بھی اسرائیل کی محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اسرائیل کبھی بھی کسی مسلمان کو اپنے کسی بڑے عہدے پر تعینات نہیں کرے گا کیونکہ اسے پتا ہے کہ یہ ہمارے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح جب آپ نے قادیانیوں کی شناخت چھین لی، ان کی دھوکہ دہی پکڑی تو پھر اس کے بعد آپ ان پر کیسے اعتبار کریں گے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان میں سائنسی کانفرنس ہو رہی تھی تو بھٹو صاحب نے ڈاکٹر عبدالسلام کو اس میں شرکت کے لیے دعوت نامہ بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ چونکہ آپ نے ہمیں اپنے ملک کے آئین میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے لہٰذا میں اس پاکستان کی لعنتی سرزمین پر قدم نہیں رکھنا چاہتا۔ گویا جب آپ نے قادیانیوں کی شناخت چھین لی ہے تو اب وہ پاکستان کے ساتھ مخلص کیسے ہوسکتے ہیں؟

سوال: عاطف میاں کی تعیناتی پر کچھ لوگوں کا یہ موقف ہے کہ وہ ایک معیشت کا ماہر شخص ہے اس کو کونسل کا رکن بنانے میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ کویت اور قطر میں بھی اس شخص کو بڑے عہدے دیے گئے ہیں۔ کیا پاکستان میں کسی غیر مسلم کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان میں آئین کی رو سے کسی غیر مسلم کو وزیراعظم اور صدر کا عہدہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ اس کو کوئی بھی عہدہ دیا جاسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عاطف میاں کو بھی عہدہ دیا جاسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اقرار کرے کہ میں پاکستان کے آئین (73ء) کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس آئین کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں اور میں ایک اقلیتی ممبر ہوں۔

سوال: جو پاکستان کے آئین کو نہیں مانتا کیا وہ پاکستان کا شہری ہونے کا حقدار ہے؟

محمد متین خالد: اگر وہ اپنی دی گئی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ اپنے شہری حقوق سے خود بخود محروم ہو جاتا ہے۔ تعزیرات پاکستان کی شقوں کو سامنے رکھیں تو اگر کوئی قادیانی یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس پر اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اس کو تین سال قید میں رکھا جائے گا۔ اگر اس نے راہ چلتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ السلام علیکم تو اس پر بھی قانون کی رو سے اس کو تین سال کی قید کی سزا دی جائے گی۔ مفکرِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو پنڈت جواہر لعل نہرو نے خط میں لکھا کہ تم نے بھی قادیانیوں کو غدار کہا ہے تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ قادیانی اس ملک کے بھی اور اسلام کے بھی غدار ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اصل میں ہمارے دانشور اس معاملے میں پٹڑی سے اس لیے اتر جاتے ہیں کہ وہ قادیانیوں اور دوسرے غیر مسلموں کا آپس میں تقابل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں ان کے دوسرے غیر مسلموں کے درمیاں بنیادی فرق کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ دوسرے غیر مسلم پاکستان کے آئین کو مانتے ہیں اور اپنی حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو آئین کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ہمارے ساتھ ایک سٹوڈنٹ یونیورسٹی میں اقلیتی نشست پر داخل ہوا۔ اس سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد وہ غائب ہوگیا۔ یعنی چھوڑ گیا۔ پتا چلا کہ اس کو کہا گیا کہ تم اقلیتی نشست پر کیوں آئے ہو جب آپ اپنے آپ کو اقلیت نہیں کہتے تو پھر تم نے کیسے اقلیتی نشست پر داخلہ لیا۔

سوال: مغرب اور اسرائیل قادیانیوں کی حمایت کیوں کر رہے ہیں؟

محمد متین خالد: اسرائیل میں کسی غیر یہودی کو

اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہے لیکن قادیانیوں کا وہاں پر باقاعدہ مشن موجود ہے اور ان کی اسرائیل کے صدر سے باقاعدہ ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسرائیل کی مردوں اور خواتین کی فوجوں میں سینکڑوں قادیانی شامل ہیں۔ 1972ء تک ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ہم یہاں ایک مشروب کمپنی شیزان کا بائیکاٹ کرتے ہیں لیکن اس کا ہیڈ آفس حیفا میں ہے۔ وہاں کس نے ان کو اجازت دی؟ ضیاء الحق کے دور میں ہمارے ایٹمی ہیڈ کوارٹر کو ختم کرنے کے لیے اسرائیل کے جہاز پاکستان آئے تو ان کو ہماری فوج نے مار بھگایا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ساری اطلاعات کون دیتا ہے؟ یہ سارے کام قادیانی کرتے ہیں۔

سوال: میر جعفر اور میر صادق ہم مسلمانوں میں بھی ہیں لہٰذا یہ کام کوئی بھی کرسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں تسلیم کرتا ہوں کہ دوسرے مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہوں گے لیکن اسرائیل میں کوئی ایسا صحیح العقیدہ مسلمان نہیں ہوسکتا جو اس طرح کی انفارمیشن دے۔ کیونکہ اسرائیل میں کسی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو برداشت ہی نہیں کیا جاتا۔ اسرائیل قادیانیوں کو اس لیے سپورٹ کرتا ہے کیونکہ یہودی، عیسائی یا ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہمارے دشمن نمبر ایک ہیں لہٰذا جو مسلمانوں کے دشمن ہیں وہ ان کے دوست کیوں نہ ہوں۔ اسرائیل اور پاکستان کی دشمنی بالکل واضح ہے۔ 1967ء کی جنگ میں جب اسرائیل کو فتح ہوئی تو اس نے فرانس میں اپنی فتح کا جشن منایا تھا۔ جس میں ان کے وزیراعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں اب خطرہ پاکستان سے ہے۔ حالانکہ اس وقت پاکستان ایٹمی ملک نہیں بنا تھا۔ اب الحمدللہ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے اور اس کے پاس ایسے میزائل موجود ہیں جن کی رینج اسرائیل تک ہے۔ تو اسرائیل ہر اس شخص اور جماعت کو سپورٹ کرے گا جو پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

محمد متین خالد: جب بھی کسی قادیانی کو قانون کے مطابق سزا ہوتی ہے یا ان کے خلاف کوئی قانون بنتا ہے تو پورا یورپ، انسانی حقوق کی تنظیمیں، امریکی صدر اور سفیر، اسرائیلی صدر وغیرہ سارے میدان میں آجاتے ہیں کہ قادیانیوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ لیکن انہیں فلسطینی، کشمیر اور برما کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نظر نہیں آتے۔ حالانکہ ہمارا موقف بالکل واضح ہے کہ قادیانی قانون کا احترام کریں۔ لیکن جب قادیانی ہمارے آئین، قانون اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو نہیں مانتے تو پھر Violation تو ہوگی۔

سوال: ہمارے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم رول ماڈل ہیں۔ انہوں نے جھوٹے نبیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

ایوب بیگ مرزا: نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول منتخب ہوئے تو وہاں بہت بڑے فتنے پیدا ہو چکے تھے۔ ان میں ایک جھوٹے نبیوں کا فتنہ بھی تھا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور بہت سارے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس وقت حالانکہ اور بھی بڑے مسائل تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کیا اور اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

محمد متین خالد: نبی اکرم ﷺ کے دور میں جنگوں میں تقریباً 159 صحابہ شہید ہوئے لیکن جو جنگ مسیلمہ کذاب کے خلاف ہوئی اس میں بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم شہید ہوئے۔ یعنی صحابہؓ میں جھوٹے نبیوں کے خلاف جہاد کا اتنا جذبہ تھا۔ بدری صحابہؓ کی تعظیم کے طور پر دیگر صحابہؓ انہیں جنگ میں نہیں جانے دیتے تھے کہ وہ ہمارے درمیان موجود رہیں مگر جھوٹے نبیوں کا مسئلہ ایسا تھا کہ اس میں بدری صحابہؓ نے بھی حصہ لیا۔ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے بہت جذبے اور مہارت سے اپنے نیزے سے مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا۔

ایوب بیگ مرزا: یہود و نصاریٰ جن کو نبی اور رسول مانتے ہیں ہم بھی ان کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ لیکن قادیانی تو اس انسان کو نبی مانتے ہیں جو نبی ہے ہی نہیں۔ جھوٹا اور کذاب ہے۔

محمد متین خالد: نبی کی نشانیاں یہ ہیں کہ نبی اپنے دور کا سب سے بڑھ کر شریف النفس انسان ہوتا ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد میں ایک بھی شرافت کی نشانی نہیں ہے۔ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی لاہور میں مرا ہے اور قادیان میں دفن ہوا۔ نبی کسی سے علم حاصل نہیں کرتا بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے۔ یہ تو اپنے استادوں سے پڑھتا رہا جو اس کو مارتے بھی تھے۔ اس انسان میں نبی کی ایک آدھ نشانی بھی نہیں لیکن قادیانی اس کو نبی مانتے ہیں۔

سوال: مسلمان چاہے بے عمل اور بے علم ہی کیوں نہ ہو لیکن قادیانیوں کے معاملے میں وہ کیوں اتنا حساس ہو جاتا ہے؟

محمد متین خالد: یہ بہت اہم سوال ہے۔ ایک عام مسلمان علم و عمل سے بالکل عاری کیوں نہ ہو لیکن وہ قادیانیوں کے معاملے میں بہت حساس ہوتا ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ مجھے اس محاذ پر کام کرتے ہوئے 35 سال ہو گئے ہیں۔ مجھے بہت سارے لوگوں سے مناظرہ اور گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ مجھے سوشل میڈیا پر اس کے بڑے مواقع میسر آتے ہیں۔ میں جب بھی کسی قادیانی سے مناظرہ کرتا ہوں تو اس سے پہلا سوال یہی کرتا ہوں کہ جناب آپ قادیانی مبلغ ہیں۔ آپ نے کتنی کتابیں مرزا قادیانی کی پڑھی ہیں؟ تو کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے چار سے زیادہ کتابیں پڑھی ہیں۔ حالانکہ اس کی سو کتابیں ہیں۔ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دوبارہ وہی سیرت، وہی صورت، وہی قرآن لے کر قادیان میں آئے ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ اسی لیے جب وہ اذان دیتے ہیں اور اذان میں جب محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک آتا تو اس سے مراد قادیانی مرزا قادیانی لیتے ہیں۔ ان کے اسی عقیدے کی بنیاد پر سپریم کورٹ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا ہے کہ جو قادیانی بھی اسلام کے شعائر کو زبان سے ادا کرے گا تو اسے آئین کی شق 298-C کے تحت تین سال قید کی سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی قادیانی لفظ محمد استعمال کرے گا تو اس کو 295-C کے تحت سزائے موت سنائی جائے گی۔ (باقی صفحہ 13 پر)

مرزا قادیانی اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 547،548 پر لکھتا ہے کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو محبت، مودت اور احترام سے نہیں دیکھتا اور اس کے دعووں کی تصدیق نہیں کرتا وہ بازاری عورتوں کی اولاد ہے۔

اپنی ہی غفلت کی بدولت

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نیا ہجری سال (طلوع ہلال کی مسنون دعا کے ساتھ) مملکت خداداد پاکستان، اہلیان پاکستان اور امت مسلمہ کے لیے امن وایمان، سلامتی واسلام کی برکات ہمراہ لائے۔ ان اعمال کی توفیق عوام اور حکمرانوں کو عطا ہو جو رب تعالیٰ کی رضا اور محبوبیت پالینے کا ذریعہ بن جائیں۔ (آمین)۔ ہماری خوشیاں اور غم، ہماری تہذیب اور اقدار رب کائنات کے عطا کردہ پیمانوں کی بنا پر ایک نرالی شان کے حامل ہیں۔ ہمارے نئے سال کی آمد، ہاؤہو، ہلاگلا، مصنوعی خوشیوں کی تلاش میں شراب وشباب سے ماوراء ہے۔ پاکیزگی، شائستگی، متانت، خداشناسی اور خودشناسی لیے ہوئے ہے۔ سال نو کا آغاز ہجرت سے وابستہ ہے۔ ہجرت، ایمان کی خاطر قیمتی ترین، محبوب ترین املاک، مال ومتاع زندگی چھوڑ کر تن بہ تقدیر نکل پڑنا۔ اللہ کے گھر کی سرزمین ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے بیٹے محمد ﷺ پر تنگ ہوگئی۔ توحید، رسالت، آخرت پر ایمان جرم ٹھہرادیا گیا تو آپ ﷺ نے ہجرت کرلی۔ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے اسوۂ رسول ﷺ ہر ہجری سال کے آغاز پر تربیت کا اہم ترین باب تازہ کرواتا ہے۔ ہجرت کے نتیجے میں ریاست مدینہ وجود میں آئی۔ دنیا کو وہ منفرد دستور حیات عطا ہوا جو جبرائیل امین خالق کائنات کی طرف سے لے کر اترتے رہے۔ 23 سال مسلسل انسانیت کو ہر شعبہ زندگی کے لیے ربانی پیمانے عطا ہوئے۔ مسائل اور سوالات زمین پر اٹھتے تھے، جواب آسمان سے آتا رہا۔

یہ منفرد، یکتا، کامل واکمل نظام زندگی، روئے زمین کی عظیم ترین ہستی، سیدالانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عطا ہوا۔ اس کے امین، نگران اور محافظ مسلمان ٹھہرے۔ قانون سازی انسانوں کے مختلف الخیال مفاداتی سیاسی گروہ نے نہ کی۔ خالق کل نے آفاقی، غیر فانی ضابطے عطا کیے۔ ہر شعبہ زندگی میں قیامت تک کے لیے مکمل رہنمائی۔ صدی ساتویں ہو، اکیسویں یا چالیسویں، آفتاب وماہتاب کی طرح ازلی ابدی نور اور ضوپاشیاں ہمراہ لیے۔ سود کی استحصالی سرمایہ دارانہ جاگیردارانہ معیشت سے نکل کر پاکیزہ زکوٰۃ، صدقات، قرض حسنہ کی انسان دوست معیشت لیے۔ عورت کی آزادی، مساوات، ترقی کے فریب اور چکاچوند، اسلامی تہذیب اسے بے حیائی، عریانی، ہراسانی کے جنگلوں میں ہوس ناک بھیڑیوں کے حوالے کردینے سے محفوظ ومامون کردینے کی ضامن۔ یہاں وہ ماں، بیٹی، بہن یا نکاح کے محفوظ قلعے میں بیوی ہے۔ پاکیزہ رشتوں کے حصار میں آبگینوں کی نزاکت اور حیا کی پاکیزہ مہک عطا کرنے والا مضبوط نظام زندگی، حکمرانوں کو خلافت کی گرانبار ذمہ داری، جواب دہی اور ایمان بالآخرۃ کی زنجیروں میں باندھ دیتا ہے۔ سیاست کی ہوسناکی، ظلم وجبر، لوٹ کھسوٹ کی بجائے حقیقی فلاحی ریاست سے رعایا کو جنت نظیر زندگی عطا کرنے والا نظام۔ جہاں حکمران، گورنر مستحق زکوٰۃ ہوجائیں اور رعایا خوشحالیوں میں پھلے پھولے۔

یہ ہے ہجری سال سے وابستہ ہماری تاریخ۔ یہ محض ماہ وسال، سن اور تقویم نہیں، دنیا کا مقدر بدل دینے والا سنگ میل ہے۔ اور ہم اس کے وارث ہیں۔ ہجرت! یاد کیجیے نبی کریم ﷺ کو ہجرت کے سفر میں (معراج کی طرح) شاہی سواری، براق عطا نہ ہوا کہ پلک جھپکتے میں مدینہ پہنچ جاتے۔ نبی مکرم ﷺ نے سفر ہجرت کے تمام دکھ، خطرات، صعوبت، طوالت، سر پر باندھی قیمت اور پیچھا کرتے حریف دشمن کا خوف، سبھی کچھ جھیلا۔ امت نے زندگی بھر بار بار اس اسوہ پر آبلہ پائی کرنی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے ہجرت۔ اور آج برما، شام، فلسطین، غرض پوری دنیا میں اندرونی، بیرونی مہاجرتوں پر مجبور ومقہور مسلمان! حقوق انسانی پر صرف صفحے کالے کرتے، کانفرنسوں ورکشاپوں میں دجل فریب بھرے انسانیت کے غم میں گھلتے ادارے۔ دانشور، سوٹ بوٹ پہنے، ڈالر کھرے کرتوں کو دیکھیے، دوسری جانب عورتوں، بچوں، بوڑھوں، پوٹلیاں، گٹھڑیاں اٹھائے ملک ملک، سمندروں، دریاؤں میں رلتے مسلمانوں کی لاکھوں کی آبادیاں ملاحظہ ہوں۔

ہجری سال اپنے جلو میں جہاد بھی لے کر آتا ہے۔ پرشکوہ اسلام، بے مثل شجاعت۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا...... یہ شوکت وہیبت ہجرت وجہاد سے نتھی تھی۔ مسلم امہ نے رضا کارانہ طور پر نائن الیون کے 5 ہزار امریکی مارے جانے کے بدلے تمام تر حقوق جہاد، دنیائے کفر کو دے دیے۔ اب جہاد ان پر فرض عین ہے اور ہم غور کر دیکھنے پر بھی دہشت گرد ہو جاتے ہیں۔ سو روسی، بشار الاسد وہمنوا، امریکہ، نیٹو، اسرائیل بھارت، برما سب جنگ آزما ہیں۔ مسلمان! 37 لاکھ شامی توان کی جنگوں کے نتیجے میں صرف ترکی میں پناہ گزین ہیں۔ پورے شام کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس کا گراؤنڈ زیرو (5 ہزار کے بدلے اترتے دیکھیک۔ افغانستان تا شام) بنادیا۔ اب آخری پناہ گاہ ادلب، 35 لاکھ آبادی کے ساتھ قہر وظلم کے نئے ریکارڈ رقم کرنے کو روس ایران کے نشانے پر ہے۔ جنازے، ہسپتال (خواتین بچوں کے علاوہ) خصوصی ہدف رہے ہیں ان مہذب مغربی جنگجوؤں کے ہاں۔ سو 4 طبی مراکز کو پہلے درندگی کا نشانہ بنا کر تباہ کیا ہے موت ارزاں کرنے کو۔

تاہم مت بھولیے، دہشت گرد آج بھی نہتے مسلمان مردوزن ہیں۔ اپنے علاقوں سے جبراً بے دخل کر کے نکال پھینکے جانے والے فلسطینی ہیں۔ بھارتی فوج کے مظالم تلے نسل درنسل کٹتے، پستے کشمیری ہیں۔ فاسفورس بم، بیرل بم، کارپٹ بمباری، کیمیائی حملے، تمام بموں کی ماں برسانے والے اعلیٰ تہذیب کی حامل فاختائیں، زیتون کی شاخ منہ میں دبائے، خونیں افق کی لالیوں میں قہقہے بکھیرتی مغربی قوتیں ہیں۔ ان کے نام نہاد مسلمان گماشتے ہیں، کٹھ پتلیاں ہیں، جو شاہوں سے زیادہ شاہ کی وفاداری میں غرق مسلم ممالک کے اہل دین کے خون کے پیاسے ہیں۔ جن کے قہر سے نہ بوڑھے جوان مرد مامون ہیں نہ دادی نانی عمر کی عورتیں! ایمان، اسلام قرآن اور جہاد کی جیم بولنے پر بھی جھلا اٹھتے ہیں!

اس دوران کلثوم نواز، کینسر کی شدید آزمائش سے نکل کر رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔ جسمانی تکالیف کے عوض اللہ تعالیٰ مغفرت عطا فرمائے۔ (آمین) منزل آخر فنا! اس سے زیادہ بڑا سبق کوئی دوسرا نہیں۔

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں، لا الٰہ الا اللہ

حقائق کی دنیا میں پیشی اور جواب دہی سے بڑا خوف اور غم بھی کوئی ہو سکتا ہے؟ تمام عدالتیں، احتساب کے نعرے، نیب کی پیشیاں ریکارڈ الٹ پلٹ، فائلیں، اعداد و شمار، کیا اوقات ہے ان سب کی، اس دن کے مقابل جب زمین سارے راز اگل دے گی۔ مونہوں پر مہر ہو گی اور جسم کی کھالیں، ہاتھ پیر گویا ہو جائیں گے۔ الساعۃ حق، الجنۃ حق، النار حق۔ قیامت، جنت دوزخ اٹل حق ہے۔ سارے سیکولروں لبرلوں، ملحدین منکرین کے شور و غوغا کا ایک سناٹے میں بدل جانے کا وہ دن تو آ کر رہنا ہے۔ فکر صرف اس کی کیجئے۔ یہ ہے ریاست مدینہ کی روح، اس کا جوہر، ہر فرد کے اندر رب کے حضور پیشی کا خوف سیرت و کردار کو منور کر کے اندر وہ پہریدار بٹھا دیتا ہے، جس کے بعد قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ایک لامنتہا فہرست (جیسی ہماری ہاں ہے) کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مشاورتی کونسل سے قادیانی ہٹائے جانے پر لبرل سیکولر سسکیاں، مغرب، بھارت کا دکھ ہنوز جاری ہے۔ اچھا ہوا، یہ تجربہ شروع ہی میں ہو گیا اور خوش فہمیاں بروقت دور ہو گئیں۔ اس پر دو مزید افراد کا استعفاء ان کی مسلمانی پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ پاکستان کی ترقی کا نام لے کر رونے والوں کا اصل غم عالمی ایجنڈوں (قوانین ختم نبوت و توہین رسالت ﷺ کی منسوخی) کے امکانات مسدود ہو جانا ہے۔ اقلیت کے حق کا دھوکا نہ دیجئے۔ عیسائی، سکھ، ہندو، اقلیتیں ہیں۔ جوہری فرق قادیانیت سے یہ ہے کہ اقلیتیں، مسلمان ہونے کا سوانگ نہیں بھرتیں۔ اپنے مندروں، چرچوں کو مسجد بنا کر پیش نہیں کرتیں۔ وہ خود کو مسلمان اور 20 کروڑ مسلم آبادی کو کافر نہیں کہتیں۔ خاتم النبین کے مقابل نبوت کی دعویداری نہیں ہے۔ اسی لیے دیگر اقلیتوں پر مسلمان سیخ پا نہیں ہوتے۔ عاطف میاں، ملالہ مغربی کارندے ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ مرحومہ کلثوم نواز کی تعزیت کے لیے پیغامات میں میر واعظ عمر فاروق، مودی، ششما سوراج کے ساتھ ملالہ کا نام جڑا ہوا ہے۔ میڈیا اسے عالمی قیادت میں جگہ دے رہا ہے؟ پاکستان کے مستقبل کے لیے عاطف میاں نوعیت کا یہ فتنہ پالا پوسا جا رہا ہے۔ ہمارے مناصب کے فیصلے سامراجی قوتیں آج بھی ہمیں اپنی کالونی سمجھ کر کرتی ہیں۔ ان کی ڈگریاں، لیاقتیں، (ملالہ کی ڈائری اور لکھوائی کتاب کی طرح) دانشوریاں، نوبل پرائز سبھی مخصوص مقاصد کی مرہون منت ہیں، قوم یہ فریب پہچانتی ہے! اگرچہ: دیکھیے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت! ❁❁❁

بقیہ: زمانہ گواہ ہے

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین قرآن کے بارے میں لکھتا ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اٹھا لیا تھا۔ اب دوبارہ مرزا غلام احمد قادیانی پر نازل ہوا ہے۔ نعوذ باللہ۔ قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت پر جو آیات نازل ہوئی ہیں قادیانی انہیں مرزا قادیانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ قادیانی مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، اس کے دوستوں کو صحابہ، مرزا کی کتاب کو قرآن مجید، مرزا کے شہر ربوہ کو مدینہ، قادیان کو مکہ سمجھتے ہیں۔ اب جب ان کے ایسے عقائد ہوں گے تو ایک عام مسلمان بھی ان کے معاملے میں حساس کیوں نہ ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: نبی اکرم ﷺ کے بے شمار نام ہیں۔ ان میں ایک نام محبوب ربانی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام مسلمان کے دل میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اللہ نے ڈال دی ہے۔ جب بھی کوئی آپ ﷺ کی گستاخی کرتا ہے تو وہ محبت جوش مارتی ہے۔ ہمارے دشمنوں کو یہی چیز بہت تکلیف دیتی ہے اور وہ اس محبت کو مسلمانوں کے دل سے نکالنا چاہتے ہیں۔

محمد متین خالد: سچا نبی اپنے امتی میں غیرت پیدا کرے گا جبکہ جھوٹا نبی اپنے لوگوں میں بے غیرتی پیدا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہوگی تو ایک عام مسلمان بھی مرنے مارنے پر اتر آئے گا۔ لیکن کسی قادیانی کے سامنے آپ مرزا قادیانی کی توہین کریں گے تو وہ آگے سے ہنسے گا۔

سوال: قادیانی love for all, hatred for none کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں۔ کیا وہ اس جملے پر پورا اترتے ہیں؟

محمد متین خالد: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت خوبصورت نعرہ ہے۔ بہت اچھا جملہ ہے۔ لیکن ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ جو لوگ یہ نعرہ لگاتے ہیں وہ کتنے سچے ہیں۔ خوش اخلاقی کا مطلب یہ ہوتا کہ جو میری زبان پر ہے میرے دل میں بھی وہی کچھ ہو۔ یعنی میں اگر آپ کا زبان سے احترام کرتا ہوں تو میرے دل میں بھی اتنا ہی احترام ہونا چاہیے۔ اگر میرے دل میں کچھ اور ہو اور زبان سے میں آپ کا احترام کرتا ہوں تو اس کو منافقت کہتے ہیں۔ میں اس حوالے سے ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 547، 548 میں لکھتا ہے کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو محبت، مودت اور احترام سے نہیں دیکھتا اور اس کے دعوؤں کی تصدیق نہیں کرتا وہ بازاری عورتوں کی اولاد ہے۔ وہ ہمیں مسلمان نہیں بلکہ کافر سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا انتہائی نفرت کا رویہ ہے لیکن زبان سے یہ محبت کا نعرہ لگاتے ہیں جو کہ منافقت ہے۔

سوال: کیا وجہ تھی کہ قادیانی ایک سیکولر شخصیت (ذوالفقار علی بھٹو) کے ہاتھوں قانوناً کافر قرار پائے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت قادیانی بہت طاقت پکڑ چکے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب ایسا وقت نہیں رہا۔ اس دور میں قادیانی پاکستان کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے اور ان کے اندر یہ خناس پیدا ہو گیا کہ ہم پاکستان پر حکومت کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کا تختہ الٹنے اور اس کو قتل کرنے کی دو تین بار کوششیں کیں لیکن یہ سازشیں پکڑی گئیں۔ یہ بات بھٹو نے جیل میں کہی کہ قادیانی پاکستان میں وہی پوزیشن چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کا کنٹرول ان کے ہاتھ میں ہو۔ گویا بھٹو ان کے اصل عزائم کو سمجھ گئے تھے۔ بھٹو بے شک سیکولر شخص تھے لیکن وہ بہر حال مسلمان تو تھے۔ اللہ کو بھٹو کی کوئی بات پسند آئی ہوگی جس کی وجہ سے ان کے ذریعے اتنا بڑا کام کروایا۔

محمد متین خالد: اس وقت مولانا شاہ احمد نورانی نے قرارداد پیش کی تھی۔ قرارداد کی بنیاد پر رائے شماری ہوتی ہے لیکن بھٹو صاحب نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت کے خلیفہ کو بلائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ آپ کے خلاف ایک قرارداد آئی ہے لہٰذا ہمیں بتائیں کہ آپ مسلمان ہیں؟ آپ کے عقائد مسلمانوں والے ہیں؟ تب مرزا ناصر اپنی تیرہ رکنی ٹیم کے ساتھ آیا، پھر تیرہ دن بحث ہوئی۔ پھر مرزا ناصر نے تسلیم کیا کہ ہمارے عقائد مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔ اس کے بعد پوری اسمبلی اس نتیجے پر پہنچی کہ قادیانی مسلمانوں کا حصہ نہیں ہیں۔ پھر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

> قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

آزادیِ ہند اور تحریک ریشمی رومال

مولانا ابوالکلام قاسمی، شمسی

تحریکِ آزادی میں علمائے کرام کی جد وجہد وقربانی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کی تحریک اس وقت شروع ہوئی، جب ہندوستان کی آزادی کے لیے ملک میں کوئی دوسری تحریک شروع نہیں ہوئی تھی۔ ملک کی آزادی کے لیے، انھوں نے ہرطرح کی قربانیاں دیں۔ قید وبند کی تکلیفیں برداشت کیں، پھانسیاں دی گئیں، کالا پانی بھیجے گئے۔ اس تحریک میں خود حصہ لیا۔ برادرانِ وطن کو دعوت دی، اور ان کے ساتھ مل کر ملک کو آزاد کرانے میں پیش پیش رہے۔ ان حضرات نے ملک کی آزادی کے لیے بہت سی تحریکیں بھی چلائیں اور بہت سی تنظیمیں قائم کیں، جن کا ملک کی آزادی میں اہم رول رہا ہے۔ ان تحریکوں میں سے ریشمی رومال تحریک بہت مشہور ہے۔ تو نصل جنرل برطانیہ کے ذریعہ پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ میں موصول ہوئے ٹیلیگرام میں ریشمی خطوط کا خلاصہ موجود ہے۔ اس میں تحریر ہے:

''زیرنظر کیس کو ہم اپنی آسانی کے لیے ریشمی خطوط کا کیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس بارے میں ہمیں گہری اور مکمل واقفیت اگست 1916ء میں ریشمی کپڑے پر لکھے ہوئے تین خطوط کے پکڑے جانے سے حاصل ہوئی۔ جو کابل میں موجود سازشیوں نے حجاز میں موجود سازشیوں کو بھیجنے کے لیے روانہ کیے تھے۔ یہ واقعات جو اس تفتیش اور تحقیقات کا باعث ہیں۔ ان کا سلسلہ 1915ء کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔''

ریشمی رومال تحریک کی سیاسی اہمیت بھی ہے اور تاریخی بھی۔ اس تحریک کا ملک کی آزادی میں اہم رول ہے۔ اس کی قیادت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے کی۔

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے والد محترم کا نام مولانا ذوالفقار علی تھا۔ آپ کی پیدائش 1851ء کو بریلی میں ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔ ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے کی۔ آپ سفر وحضر میں حضرت استاذ کے ساتھ رہے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد معین مدرس بنائے گئے۔ اور چار سال کے بعد دارالعلوم دیوبند میں مدرسِ چہارم قرار دیے گئے۔ پھر 1888ء میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔ جس کے فرائض 1915ء تک انجام دیتے رہے۔

دار العلوم میں مدرس کی حیثیت سے تقرر کو پانچ سال ہوئے تھے کہ آپ نے دارالعلوم ہی کے حلقہ میں ایک جماعت بنائی۔ ''ثمرۃ التربیت'' اس کا نام تجویز کیا۔ دارالعلوم کے مالی مفاد کے لیے فضلاء اور ہمدردانِ دارالعلوم سے رابطہ رکھنا اس جماعت کا مقصد ظاہر کیا گیا؛ مگر ظاہر ہے کہ جملہ مقاصد کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاتا۔

1903ء میں نظارۃ المعارف کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانی حضرت مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔ اور روحِ رواں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ۔ یہ تعلیم گاہ بھی تھا، تربیت گاہ بھی اور خفیہ مشورہ گاہ بھی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تحریر کرتے ہیں:

اس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی تعلیم سے نوجوانانِ اسلام کے عقائد اور خیالات پر جو بے دینی اور زہریلا اثر پڑتا ہے اس کو زائل کیا جائے اور قرآن کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ ان کے شکوک وشبہات دور ہوجائیں اور وہ سچے اور پکے مسلمان ہوجائیں۔

ساتھ ہی اس کا مقصد سیاسی بھی تھا۔ سی آئی ڈی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے:

''دیوبند کو اپنے مشنریوں کی تربیت گاہ نہ بنا سکا تو عبیداللہ نے فیصلہ کیا کہ ایک مدرسہ دلّی میں اس مقصد کے لیے قائم کرے۔ اس میں درس کے علاوہ جو نظارۃ المعارف میں دیا جاتا تھا وہ صریحاً درست نہیں تھا، یہ سازشوں کے لیے وقتاً فوقتاً مل بیٹھنے کے لیے ایک جلسہ گاہ بھی تھا۔''

1914ء میں عالمی جنگ چھڑ جانے کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے محسوس کیا کہ وقت قریب آ گیا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے جنگ شروع کی جاسکتی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے محسوس کرلیا تھا کہ ہندوستانی عوام اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک خصوصاً افغانستان، ایران اور خلافت عثمانیہ کو متحد کیے بغیر برطانوی حکومت سے ایشیاء کو آزاد نہیں کرایا جاسکتا ہے۔ اس وقت خلافت عثمانیہ مشرقِ وسطیٰ کے وقار کی محافظ سمجھی جاتی تھی، اور ترکی ہی برطانیہ، اٹلی، فرانس، یونان اور روس کے مقابلہ میں ڈٹا ہوا تھا؛ اس لیے آپ نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو افغانستان جانے کا حکم دیا اور خود حجاز وخلافت عثمانیہ کا سفر کیا۔

1914ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا سندھی کو کابل جانے کا حکم دیا؛ مگر انھیں کوئی مفصل پروگرام نہیں دیا۔ سی آئی ڈی کو غفلت میں ڈال کر شیخ عبدالرحیم سندھی کے ساتھ کوئٹہ ہوتے ہوئے افغانستان کے لیے روانہ ہوگئے۔

شیخ عبدالرحیم سندھی جنھوں نے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا یہ بھی حضرت شیخ الہند کی تحریک کے معتمد تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کو افغانستان جانے کے لیے ان کی بیوی اور بیٹیوں نے اپنے زیورات فروخت کرکے زاد راہ کی فراہمی کی تھی۔ روانگی کے وقت شیخ عبدالرحیم کوئٹہ تک گئے اور وہاں جاکر رقم سپرد کرکے واپس لوٹ آئے۔

گرفتاری سے بچنے کے لیے مولانا سندھی بلوچستان کے ریگستان اور سنسان پہاڑی راستوں اور دروں سے ہوتے ہوئے 15 اگست 1915ء کو افغانستان کی سرحد میں داخل ہوئے۔ اس وقت سورج غروب ہورہا تھا۔ افغانستان کی آزاد سرزمین پر انھوں نے پہلی مغرب کی نماز ادا کی۔ اور حسنِ اتفاق یہی 15 اگست ہندوستان کی آزادی کی تاریخ ہوئی۔

مولانا عبیداللہ سندھی تحریر کرتے ہیں:

1915ء میں شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گیا، مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا؛ اس لیے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی؛ لیکن تعمیلِ حکم کے لیے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ

صاف کردیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ روانگی کے وقت دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتلایا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے، انھوں نے بھی مجھے اپنا نمائندہ بنایا؛ مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ جس جماعت کے نمائندہ تھے، اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیلِ حکم کے لیے تیار ہے۔ ان کو میرے جیسے ایک خادمِ شیخ الہند کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند کے اس انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔ میں سات سال تک حکومتِ کابل کی شرکت میں اپنا ہندوستانی کام کرتا رہا۔ 1919ء میں امیر حبیب اللہ خاں نے ہندوؤں سے مل کر کام کرنے کا حکم دیا، اس کی تعمیل میرے لیے فقط ایک ہی صورت میں ممکن تھی کہ میں انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو جاؤں اس وقت سے میں کانگریس کا داعی بن گیا۔ 1922ء میں امیر امان اللہ خاں کے دور میں میں نے کانگریس کمیٹی کابل بنائی، جس کا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوششوں سے کانگریس کے سیشن نے منظور کرلیا۔ برٹش ایمپائر سے باہر یہ پہلی کانگریس کمیٹی ہے اور میں اس پر فخر محسوس کر سکتا ہوں کہ میں اس کا پہلا پریذیڈنٹ ہوں۔''

افغانستان کے جس علاقہ میں مولانا سندھی داخل ہوئے اس علاقہ کو سوریا یک کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا وہاں سے قندھار پہنچے۔ وہاں سے کابل پہنچے۔ ان کے سفر کا مقصد تھا افغانستان کو ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں اخلاقی اور فوجی امداد دینے کے لیے تیار کرانا۔ مولانا اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوشش کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کیا اور ان کی مدد سے امیر حبیب اللہ تک رسائی حاصل کی۔ اور اپنے مقصد سفر کے سلسلہ میں ایک عرض داشت پیش کی، جس میں افغانستان کو ہندوستان کی آزادی کے لیے امداد دینے کی درخواست تھی۔

مولانا سندھی کے کابل پہنچنے سے پہلے پنجاب اور سرحد کے انگریزی کالج کے طلبہ کا ایک وفد بھی کابل پہنچ چکا تھا۔ جہاں ان کو نظر بند کردیا گیا تھا۔ طلبہ کے اس وفد کا مقصد تھا خلافت عثمانیہ کی فوج میں شامل ہو کر انگریزوں سے لڑنا۔ ان طلبہ کو مولانا سندھی نے کابل پہنچنے کے بعد رہا کرایا تھا۔ مولانا سندھی نے ان مہاجر طلبہ کو اپنے حلقہ میں شامل کرلیا۔ ان کو مشورہ دیا کہ وہ ترکی فوج میں شامل ہونے کا ارادہ ترک کردیں۔ اور افغانستان ہی میں رہ کر ہندوستان کی آزادی کے لیے کام کریں؛ چنانچہ وہ طلبہ تیار ہوگئے۔ اور ان کے ساتھ مل کر مولانا سندھی نے ایک عارضی حکومت قائم کی۔ اس عارضی حکومت کے تین رکن تھے۔ راجہ مہندر سنگھ، مولانا برکت اللہ بھوپالی اور مولانا عبیداللہ سندھی۔ اس عارضی حکومت نے مختلف ممالک میں اپنے وفود روانہ کرکے رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی۔ اسی سلسلہ میں مارچ 1916ء کو ایک وفد روس بھیجا گیا، اس کے بعد دو وفد کو ترکی اور جاپان کے لیے روانہ کیا گیا۔ ترکی جانے والے وفد میں عبدالباری اور شجاع اللہ اور جاپان جانے والے وفد میں شیخ عبدالقادر اور ڈاکٹر متھرا سنگھ شامل تھے۔ جاپان جانے والے وفد کو گرفتار کرکے روسی حکام نے برطانیہ کے حوالے کردیا۔ اور بدقسمتی سے ترکی جانے والا وفد بھی برطانوی حکام کے قبضہ میں آ گیا۔ ان کے بیانات سے سارے واقعات انگریزوں کے علم میں آ گئے۔ حکومتِ برطانیہ نے حکومتِ افغانستان سے احتجاج کیا، جس کے دباؤ میں آ کر حکومتِ افغانستان نے مولوی محمد علی اور شیخ ابراہیم کو ہندوستان جانے کا حکم دے دیا۔ یہ دونوں حبیبیہ کالج کے پرنسپل اور پروفیسر تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ان حالات سے حضرت شیخ الہندؒ کو مطلع کرنا ضروری سمجھا اور ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر خط لکھ کر 9 جولائی 1916ء کو عبدالحق کو دیا اور اس کو ہدایت کردی کہ یہ خطوط شیخ عبدالرحیم سندھی کو پہنچا دیں۔ یہ خطوط کیسے ہاتھ لگے؛ اس سلسلہ میں ریشمی خطوط سازش کیس میں آفیسران کی تحریر ملاحظہ ہو:

''14 اگست کو ملتان کے خان بہادر رب نواز خان نے ملتان ڈویژن کے کمشنر کو زرد ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑے دکھائے جن پر خوش خط اردو لکھی تھی۔ انھوں نے بیان کیا کہ یہ 4 اگست سے ان کے پاس تھے؛ لیکن کمشنر کی عدم موجودگی کے باعث پیش نہیں کیے جاسکے۔ خان بہادر نے بتایا کہ انھیں یہ خطوط عبدالحق سے ملے ہیں، جو پہلے ان کے لڑکوں کا اتالیق تھا اور 1915ء میں ان کے ہمراہ کابل گیا تھا۔ عبدالحق نے رب نواز خاں کو یہ خطوط پیش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ان خطوط کو پہنچانے کے لیے ہی اس کو کابل سے بھیجا گیا ہے۔ جو حیدرآباد سندھ میں عبدالرحیم کو دیے جانے تھے؛ تاکہ وہ ان خطوط کو مدینہ روانہ کردے۔ عبدالحق کو عبدالرحیم سے ان خطوط کی رسید لینی تھی اور اس رسید کو واپس کابل لے جانا تھا۔

کمشنر ملتان نے اس خط کے بعض حصے پڑھوا کر سنے اور انھیں بچوں کی سی حماقت قرار دیا؛ تاہم ان خطوط کو پنجاب سی آئی ڈی کے حوالہ کردیا گیا، پنجاب سی آئی ڈی کے مسٹر ٹومکنس نے ان خطوط کا ترجمہ کرایا اور عبدالحق قاصد پر جرح کرائی۔

انگریز آفیسران خطوط کی تحریر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

ان خطوط کی تحریر بہت اچھی، نہایت صاف اور پختہ ہے۔ نہ تو کوئی لفظ کھرچ کر صاف کیا گیا ہے، نہ کہیں کچھ مٹایا گیا ہے، نہ کسی لفظ کی اصلاح کی گئی ہے۔ صرف نحوی صرف ایک نہایت معمولی غلطی پوری تحریر میں نظر آتی ہے۔ خط کی زبان اگرچہ بعض مقامات پر مبہم ہے۔ جیسا کہ بالعموم سازشی تحریروں میں ہوتی ہیں؛ لیکن اچھے تعلیم یافتہ، بلکہ عالم شخص کی زبان ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے جو ریشمی رومال پر خطوط لکھے تھے تاریخی اور سیاسی اعتبار سے وہ خطوط نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں ان خطوط کے سلسلہ میں تفصیل درج ہے، وہ یہ ہے:

''یہ خطوط زرد رنگ کے ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر ہیں، ان میں پہلا خط شیخ عبدالرحیم صاحب کے نام ہے۔ یہ ٹکڑا چھ انچ لمبا اور پانچ انچ چوڑا ہے۔ دوسرا خط مولانا (شیخ الہند) کے نام ہے یہ دس انچ لمبا اور آٹھ انچ چوڑا ہے۔ تیسرا خط بظاہر پہلے خط ہی کے تسلسل میں ہے۔ پندرہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا ہے۔ پہلے اور تیسرے خطوط پر عبیداللہ کے دستخط ہیں۔ عبدالحق نے ہمیں بتایا ہے کہ مولوی عبیداللہ نے اس کو یہ تینوں ریشمی رومال دیے ہیں۔ جن پر اس کی موجودگی میں مولوی عبیداللہ نے خطوط لکھے تھے۔ اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ عبیداللہ نے خود ہی یہ خط لکھے تھے۔ عبیداللہ نام کے دستخط عبیداللہ کے ان دستخطوں سے پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ جو یہاں ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔''

ریشمی خطوط کے مضامین کیا تھے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا خط جو شیخ عبدالرحیم سندھی کے نام تھا، اس کا مضمون یہ تھا:

یہ خط حضرت مولانا شیخ الہندؒ کو مدینہ بھیجنا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کو خط کے ذریعہ بھی اور زبانی بھی آگاہ کردیں کہ وہ کابل آنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت مولانا شیخ الہند مطلع ہو جائیں کہ مولانا منصور انصاری اس بار حج کے لیے نہ جا سکیں گے۔ شیخ عبدالرحیم کسی نہ کسی طرح کابل میں مولانا سندھی سے ملاقات کریں۔

دوسرا خط شیخ الہندؒ کے نام تھا جس کے سلسلہ میں ہدایت تھی کہ تحریک کے ممتاز کارکنوں کو بھی یہ خط دکھادیا جائے! اس خط میں رضا کار فوج جنود اللہ اور اس کے افسروں کی تنخواہوں کا تذکرہ ہے۔ 104 افراد کے نام ہیں۔ جنہیں فوجی تربیت اور ان کے کام کی ذمہ داری کے سلسلہ میں تحریر ہے۔ اس کے علاوہ راجہ مہندر پرتاب سنگھ کی سرگرم جرمن مشن کی آمد، عارضی حکومت کا قیام روس جاپان اور ترکی وفود کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

تیسرا خط حضرت شیخ الہندؒ کے نام تھا۔ مشہور یہ ہے کہ یہ خط مولانا منصور انصاری نے لکھا تھا؛ لیکن عبدالحق جنہیں یہ خط پہنچانے کے لیے دیا گیا تھا، کا بیان ہے کہ یہ خط مولانا سندھی نے اس کے سامنے لکھا تھا۔ اس خط کے خاص مضامین یہ ہیں کہ ہندوستان میں تحریک کے کون کون سے کارکن سرگرم ہیں۔ اور کون کون سے لوگ سست پڑ گئے ہیں۔ اس میں مولانا آزاد اور مولانا حسرت موہانی کی گرفتاری کی اطلاع بھی تھی۔ اس میں یہ بھی تحریر ہے کہ میرا حجاز آنا ممکن نہیں ہے۔ غالب نامہ تحریک کے کارکنوں کو دکھا کر قبائلی علاقہ کے سرداروں کو دکھا دیا گیا ہے۔ حاجی ترنگ زئی اس وقت مہمند علاقہ میں ہیں۔ مہاجرین نے مہمند اور سوات کے علاقہ میں آگ لگا رکھی ہے۔ جرمن ترک مشن کی آمد اور اس کے ناکام ہونے کے اسباب کا تذکرہ بھی ہے۔ مشن کی ناکامی کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ جرمنی اور ترکی کو چاہیے تھا کہ پہلی جنگِ عظیم میں شامل ہونے سے پہلے ایران اور افغانستان کی ضرورت معلوم کرے اور اس کو پورا کرنے کی صورت نکالے۔ اس کے علاوہ افغانستان کو جنگ میں شریک ہونے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اس کی تفصیل درج ہے۔ ساتھ ہی حضرت شیخ الہندؒ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ مدینہ منورہ میں ٹھہر کر ترکی، افغانستان اور ایران میں معاہدہ کرانے کی کوشش کریں۔ اس خط میں حضرت شیخ الہندؒ سے یہ بھی گزارش کی گئی تھی کہ وہ ہندوستان نہ آئیں حکومت نے ان کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

مولانا سندھی نے یہ خطوط ریشمی رومال پر لکھ کر عبدالحق کو دیے، اور اس کو ہدایت کردی کہ یہ خط شیخ عبدالرحیم سندھی کو پہنچا دیں۔ عبدالحق ایک نومسلم تھا۔ وہ مہاجر طالب علموں کے ساتھ افغانستان گیا تھا۔ مہاجر طالب علموں میں دو طالب علم اللہ نواز اور شاہ نواز قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں رب نواز کے لڑکے تھے، جو ملتان میں انگریزی ایجنٹ تھا عبدالحق بھی رب نواز کے یہاں رہتا تھا۔

جب یہ خطوط عبدالحق کو پہنچانے کے لیے دیے گئے تو وہ سرحد کے راستے سے پنجاب ہوتا ہوا بہاولپور پہنچا وہاں بہاولپور کے مرشد کے پاس وہ کوٹ رکھ دیا جس کے استر میں وہ ریشمی ٹکڑے سلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ بہاولپور سے اپنے آقا رب نواز سے ملاقات کرنے کے لیے ملتان چلا گیا۔ اس نے ان دونوں کی خیریت کے علاوہ تحریک اور اس کی سرگرمی، قبائلی علاقہ اور جیل کے واقعات اور مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگرمیوں کی تفصیل بھی بتادی۔ اور دھمکانے پر بہاولپور کے مرشد مولانا محمد کے پاس سے لاکر وہ کوٹ بھی دیا، جس کے استر میں وہ ریشمی خطوط سلے ہوئے تھے، جب رب نواز کو یہ خطوط ہاتھ لگے تو اس نے غداری کی، اور اس نے فوراً ہی کمشنر سے ملاقات کی، اور ریشمی خطوط پیش کیے اور تمام تفصیلات سے اس کو باخبر کردیا۔ ساتھ ہی عبدالحق کو کمشنر کے پاس لے گیا، اس کے صلہ میں اس کو خان بہادر کے خطاب سے نوازا گیا۔ اس طرح وہ رب نواز سے خان بہادر رب نواز بن گیا۔

10 اگست 1916ء کو رب نواز کے ذریعہ کمشنر کو مفصل رپورٹ ملی، اور پھر کیا تھا، اس کی روشنی میں حکومت نے نہایت ہی تیزی سے کارروائی شروع کردی، چھاپے مارے گئے۔ اور گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ اور اس طرح 220 افراد کے خلاف انکوائری اور پوچھ تاچھ کی گئی۔ 59 اشخاص پر حکومت برطانیہ کا تختہ الٹنے کا اور غیر ممالک سے امداد حاصل کرنے کی سازش کا مقدمہ قائم کیا گیا۔

مولانا سندھی نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے:

ہندوستان میں گرفتاریاں شروع ہوئیں تو ہم حیران رہ گئے، چند روز بعد شیخ الہندؒ اور ان کے ساتھی مکہ معظمہ میں گرفتار کیے گئے۔ ایک عرصہ کے بعد ہمیں حقیقت معلوم ہوئی، اس کے ساتھ ہی کابل کی حالت بھی خراب ہونے لگی امیر حبیب اللہ کی رائے بھی بدل گئی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ افغانستان اس تحریک میں کوئی دلچسپی لے یا ہندوستان کو کسی قسم کی مدد دے۔ اس کے علاوہ انگریزوں کا دباؤ مولانا سندھی اور ان کے ساتھیوں کے سلسلہ میں امیر حبیب اللہ پر بڑھ رہا تھا۔ آخر کار حبیب اللہ نے مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری اور نظربندی کا حکم جاری کردیا۔

یہ تینوں خط انڈیا آفس لائبریری لندن کے پولٹیکل اور سکریٹریٹ شعبہ میں من وعن محفوظ ہیں۔

تحریک آزادی کے لیے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنا مرکز بھی سرحدی علاقہ کو بنایا تھا۔ انگریزوں سے مقابلہ میں مجاہدین وہاں کام کررہے تھے۔ اور انگریزوں سے مقابلہ کررہے تھے۔ وہاں حضرت شیخ الہندؒ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی؛ مگر آپ اس حقیقت کو پوری طرح محسوس کررہے تھے کہ کہاں کا سفر ضروری ہے؛ چنانچہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب تحریر کرتے ہیں:

مرکز یاغستان سے تقاضا ہو رہا تھا کہ حضرت وہاں تشریف لے آئیں، تو مجاہدین کا اجتماع اور زیادہ ہو جائے گا۔ آپس کے تفرقہ کا خطرہ نہ رہے گا، اور کاروبار جہاد میں پختگی آجائے گی؛ لیکن مجاہدین اور ضروریاتِ جہاد کے لیے غیر معمولی امداد کی بھی ضرورت تھی۔ اور حضرت کے علاوہ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ لوگ اس کی شخصیت سے متاثر ہوں اور محض خفیہ اشارہ پر غیر معمولی امداد پیش کردیں۔ لہٰذا حضرت نے یاغستان جانا خلافِ مصلحت سمجھا، مسلسل تقاضوں کے بعد کچھ تیار بھی ہوئے تو خبریں پہنچیں کہ میگزین ختم ہو چکا ہے۔ رسد بھی باقی نہیں رہی، اور یہ کہ عوام کی خفیہ امدادی ضروریات جہاد کے لیے کافی نہیں ہو سکتیں، لہٰذا کسی باقاعدہ حکومت کو آمادہ کیا جائے کہ وہ پشت پناہی کرے، اس مرحلہ پر حضرت نے یاغستان کے بجائے حجاز کا ارادہ کیا کہ ترکی حکومت سے رابطہ قائم کریں اور مرکز یاغستان کے لیے مولانا عبیداللہ سندھی کو مامور فرمایا۔

مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے مقصد کے لیے کوشش شروع کردی۔ اور گورنر حجاز سے ملاقات کرکے اپنا مقصد سمجھایا، گورنر نے تمام باتیں غور سے سنیں، ضروری سوالات کے جوابات حاصل کیے اور اسی طرف سے جواب دینے کے لیے حضرت شیخ کو دوسرے دن اپنے یہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت شیخ سے مختلف موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت شیخؒ اپنے مقصد کے لیے جو تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے، وہ مرتب کرکے اس نے دے دی۔ اس میں

سب سے اہم مسلمانانِ ہند کے نام پیغام تھا جس میں حضرت شیخ الہندؒ پر اعتماد ظاہر کرتے ہوئے ان کی جدوجہد کی تحسین کی تھی۔ اور ہدایت کی تھی کہ ان کی حمایت اور امداد کریں۔ اس کے علاوہ اپنی یعنی ترکی حکومت کی طرف سے بھی امداد کا یقین دلایا، یہ تحریر غالب نامہ کے نام سے مشہور ہوئی، اور اس کی کاپیاں یاغستان میں تقسیم کی گئیں۔

اس تحریر کے علاوہ دوسری تحریر مدینہ منورہ کے گورنر بصری پاشا کے نام تھی، جس میں حضرت شیخ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے فرمائش کی تھی کہ ان کو استنبول انور پاشا کے پاس پہنچا دیں، تیسری تحریر انور پاشا کے نام تھی کہ یہ معتمد بزرگ ہیں، ان کے مطالبات پورے ہونے چاہئیں؛ لیکن حضرت شیخ کو استنبول جانے کی ضرورت پیش نہ آئی؛ کیونکہ جب حضرت شیخ الہندؒ حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر 2 محرم الحرام 1334ھ/1915ء کو مدینہ منورہ پہنچے تو خود انور پاشا اور جمال پاشا اپنے سرکاری پروگرام کے مطابق مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ وہیں حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی اور حضرت شیخ کی فرمائش کے بموجب ان حضرات نے فرامین اور پیغامات لکھ کر دے دیے، ان پیغامات کا مضمون بھی وہی تھا جو غالب نامہ کا تھا یعنی ہندوستانیوں کے مطالبۂ آزادی کی تحسین کی گئی تھی، اور اپنی طرف سے امداد و اعانت کا وعدہ تھا اور ہر شخص کو جو ترکی کی رعیت یا ملازم ہو، حکم تھا کہ مولانا محمود حسن صاحب پر اعتماد کرے اور ان کی اعانت میں حصہ لے۔ یہ فرمان صندوق کی دوسری تلی میں پیوست کرکے ہندوستان پہنچائے گئے۔ پھر ان کے فوٹو لیے گئے، اور ان کو افغانستان و یاغستان پہنچایا گیا۔

مولانا سید محمد میاں صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضرت خود تو حجاز ہی میں ٹھہر گئے؛ لیکن غالب نامہ اور دوسرے ضروری کاغذات بطریقِ محفوظ ہندوستان پہنچانے کی تدبیر یہ سوچی کہ کپڑے رکھنے کے لیے لکڑی کا ایک صندوق بنوایا۔ اس کے تختے اندر سے کھود کر کاغذات رکھ دیے، پھر انھیں اس طرح ملا دیا کہ باہر سے دیکھنے والا کتنا ہی مبصر کیوں نہ ہو پتہ نہ لگا سکے؛ بلکہ شبہ بھی نہ کر سکے۔ یہ صندوق مولانا ہادی حسن رئیس خاں جہاں پور۔ (ضلع مظفر نگر) اور حاجی شاہ بخش سندھی کے حوالہ کر دیا گیا۔ بمبئی میں جہاز پر سی آئی ڈی بھی موجود تھی اور اہلِ شہر بھی بکثرت آئے ہوئے تھے۔ انھیں میں سے مولانا محمد نبی نام کے ایک مخلص نے مولانا ہادی حسن صاحب سے کہا کہ اگر کوئی چیز محفوظ رکھنی ہو تو ابھی مجھے دے دیجیے؛ چنانچہ صندوق انھیں دے دیا گیا، وہ اسے محفوظ نکال لائے اور توڑ کر تحریریں نکال لیں۔ دہلی میں حاجی احمد میرزا فوٹوگرافر نے ان کے فوٹو لیے اور مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کے ہاتھ یہ تحریریں سرحد بھیج دی گئیں، بعد ازاں حضرت نے اپنے ایک عزیز کو اس خیال سے تحریروں کا راز بتا دیا کہ وہ ہندوستان واپس جاکر ان کے فوٹو لینے اور جابجا پہنچانے کا پیغام اربابِ کار تک پہنچانے کا انتظام کریں، مگر اسے گرفتار کرلیا گیا۔ اور اس نے سب کچھ بتا دیا جس کی بنا پر مختلف اصحاب کی تلاشیاں ہوئیں اور انھیں گوناگوں مصائب سے سابقہ پڑا۔

اسی زمانہ میں انگریزوں سے مل کر مکہ کے گورنر شریف حسین نے ترکی حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔ اس بغاوت اور بے چینی کی خبر ہندوستان میں بھی پہنچی۔ حکومت ہند نے خان بہادر مبارک علی اورنگ آبادی کو خفیہ طور پر مکہ معظمہ بھیجا کہ وہاں سے ترکی کے خلاف فتویٰ حاصل کرکے لائیں؛ چنانچہ شریف حسین کے عہدہ دار علماء کی مدد سے خان بہادر نے استفتاء اور اس کا جواب مرتب کرایا، جس میں ترکی فوج کی مطلقاً تکفیر تھی اور سلاطین آلِ عثمان کی خلافت سے انکار کیا گیا تھا، اور شریف حسین کی بغاوت کو حق بجانب اور مستحسن قرار دیا گیا تھا۔ شریف حسین سے تعلق رکھنے والے بہت سے علماء نے اس پر دستخط کردیے تھے؛ لیکن علماء کی کثیر تعداد متردد اور خائف تھی۔ حضرت شیخ کے سامنے فتویٰ پیش کیا گیا تو حضرت موصوف نے سختی سے انکار کردیا۔ آپ کے انکار پر تمام حق پرست علماء کی ہمت بلند ہوگئی، جو حضرات متردد اور خائف تھے، ان سب نے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔

فتویٰ پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے حکومتِ ہند نے ان حضرات کو شریف حسین سے طلب کیا، شریف نے گرفتاری کے احکام جاری کردیے، حضرت شیخ طائف میں گرفتار کر لیے گئے۔ اور وہاں سے 15 فروری 1917ء کو مالٹا روانہ کردیے گئے۔ جو سیاسی اور جنگی قیدیوں کا مرکز تھا۔ وہاں سخت تکلیف کی زندگی گزارنے کے بعد 8 جون 1920ء کو تین برس سات مہینے کے بعد بمبئی پہنچا کر آپ کو رہا کیا گیا۔

واپسی کے بعد ملک کی آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ مالٹا ہی میں حضرت شیخ الہندؒ نے محسوس کیا کہ ہندوستان کی آزادی، ایک قوم اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتی ہے۔ 1831ء سے 1915ء تک کا تجربہ ان کے سامنے تھا۔ لہٰذا آپ نے تشدد کی پالیسی بدل دی اور ہندوستان کی آزادی کو ہندو اور مسلمان کی مشترکہ جدوجہد سے حاصل کرنے کی تجویز پیش کی اور پھر 1919ء میں جمعیۃ علماء ہند کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا۔ جس نے تحریکِ آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ اس طرح ملک کی آزادی میں ریشمی رومال تحریک کا اہم رول ہے اور تاریخِ آزادی کا اہم باب بھی۔

آج ہمارا ملک آزاد ہے اور ہم آزاد ملک میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان مجاہدین کے کارناموں کو یاد کریں اور خراجِ تحسین پیش کریں، جنھوں نے ملک کی آزادی میں حصہ لیا۔ ملک کی آزادی میں ہمارے اکابرین نے سرگرم حصہ لیا ہے اور ان کی قیادت نے تحریکِ آزادی کو تیز کیا ہے جو ہندوستان کی تاریخ آزادی کا اہم باب ہے۔ ہم ان مجاہدین کی آزادی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کو ملک کی آزادی کے لیے قربان کردیا اور ہمیں آزاد ملک میں زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرایا۔ ❁❁

ضرورت رشتہ

☆ ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھنے والی راولپنڈی میں رہائش پذیر مڈل کلاس بلوچ فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، مسجد میں خادم و مؤذن، عمر 29 سال کے لیے کنواری، بیوہ، مطلقہ کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0335-7291510

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے مدیر شعبہ مطبوعات محترم حافظ خالد محمود خضر کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0322-4585384

☆ حلقہ سرگودھا کے معاون امیر حلقہ ہارون شہزاد کے دادا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-8681919

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

TURKISH LIRA (TRY) VS US DOLLAR (USD)
Trade War or Trading War and Beyond

The Currency-Code of Turkish Lira is TRY. And its critics are trying their best to thrust their will to hit it below the belt. But of no avail, it appears. The motive behind such a try on TRY is simply to force the present political and economic administrators of Turkey accept the dictates of the Trump administration. The present mood of Erdogan administration to tread its independent path is not acceptable to the US. The US logic is that as a NATO member it should function as an orbit state. Turkey considers this position as an attack on its independence.

And, it is all going beyond the war of nerves between the two. It is a trade-war as a prelude of trading a war. On the face of it Turkey is facing the heat. The exchange value of TRY slumped. At one stage it appeared that it will crash. It has now become stable and its downward movement has been arrested. Although it may not regain its previous value in the short run but it appears to reach a respectable level in near future.

It is obvious that TRY has been losing ground as against USD. The palpability of TRY was noted by the world in mid-August, 2018 when the rate was worst for lira (6.95 on 13.08.208, as noted above). There was a general feeling in the Western media that Turkey would succumb. On the contrary, the nation expressed defiance. Erdogan, in a no-nuisance stance, announced that the nation is ready to face the situation. Movements of exchange rate, thereafter, indicate that the firm stand has paid dividend and the rate improved (6.09 on 23.08.2018, as above).

The economic indices of Turkey are not healthy. Its inflation rate is above 15% and its foreign debt is around 50% of its GDP. There is a need to understand these phenomena.The international business and financial tycoons and the Western media are suggesting specific measures for easing out the situation. But, Turkey is not paying heed to those and is bent upon its own alternate route, which is in total disagreement to the proposed remedies. It has attracted sharp reactions in the Western press and the epithets like dictator, fundamentalist and person with unstable mind are being used for Erdogan. The remedies suggested by the West are to increase rate of interest of its banks and approach International Monetary Fund and increase rate of bank interest.

Turkey is not willing to reach out to IMF as it had already paid off their loan in 2013. Fresh loan therefrom is beyond consideration as paying off the IMF loan in the past is considered to be an achievement of Modern Turkey, being one of the few countries in the

world which, instead of being caught in the loan web, has come out of the IMF clutch scot-free.

It is true that the IMF loan that Turkey cleared in 2013 was a small segment of its total loan burden. However, it may be appreciated that about 70% of the foreign debts are in the private sectors and are trade/business related. Further, the share of foreign debt as against the GDP of the country is much less than that of the most developed countries, including the USA and Japan.

Inflation is related to supply of money against available goods and services in any economy. The ratio can be controlled either by decreasing supply of money or by increasing production of goods and services. The Western media is suggesting the first remedy while Turkey itself is bent upon the second remedy. Erdogan has called high interest rate as an evil. Increasing interest rate is an emergency method that may give immediate result like allopathic medicines. It has its own long-term repercussions, like side effects. Increasing production is a long-drawn process, which has no side-effect, like the cure of chronic cases in homeopathic treatments. Once it is resolved, it shall be for good. In this backdrop, one may appreciate the following address of Erdogan to his nation as available in a video-clip on WhatsApp.

"You'd be committing a serious mistake if you say 'let's freeze our production'… We're going to export a lot more. There's no sense in shutting warehouses… Export, Export, Export… Manufacture, Manufacture, Manufacture… We will create more jobs…We will spare no efforts… We will work even harder… We will sell the world domestically-manufactured (products) that are of higher quality…."

The speech may appear to be hyperbolic if we do not keep in mind the following factors:

- That the Turkish are an enterprising lot;
- That Turkey is a serious competitor in European and African markets for items of mass consumption and over the counter products (OTPs); and
- That Turkey is a serious bidder for construction projects in the international market.

We may sum up that Turkey means business and its success at this stage will give a clear message that the world will be a better place if economic developments are made based on equity capital, sans debt capital and real economy based on goods and services get a boost at the cost of financial economy. The message is both clear and loud.

<u>Source</u>*: Adapted from an article written by Dr. Waquar Anwar for Radiance ViewsWeekly*

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Vol: 27 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.37
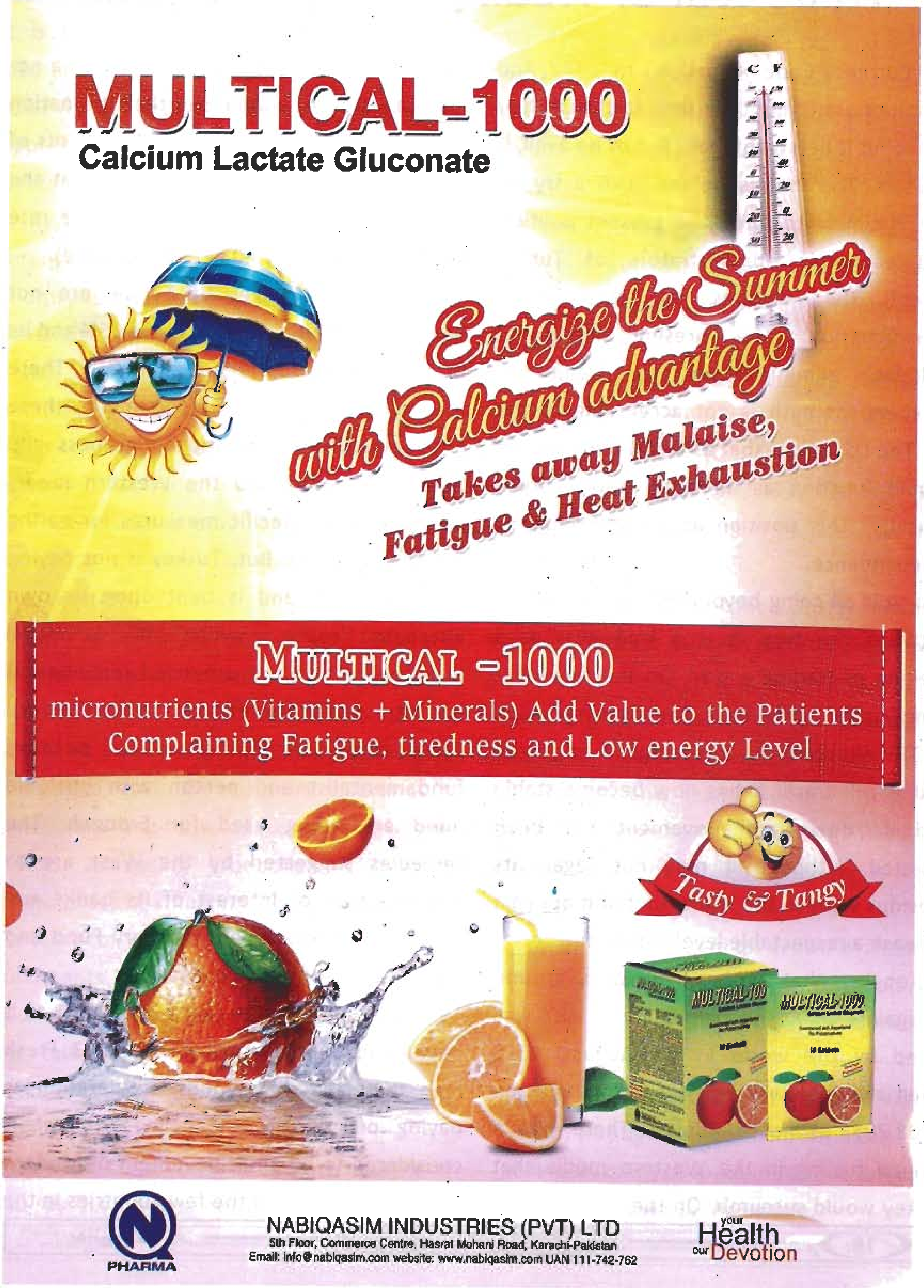
Weekly | Nida-e-Khilafat | Lahore